

عراق سیریز

پاکستان

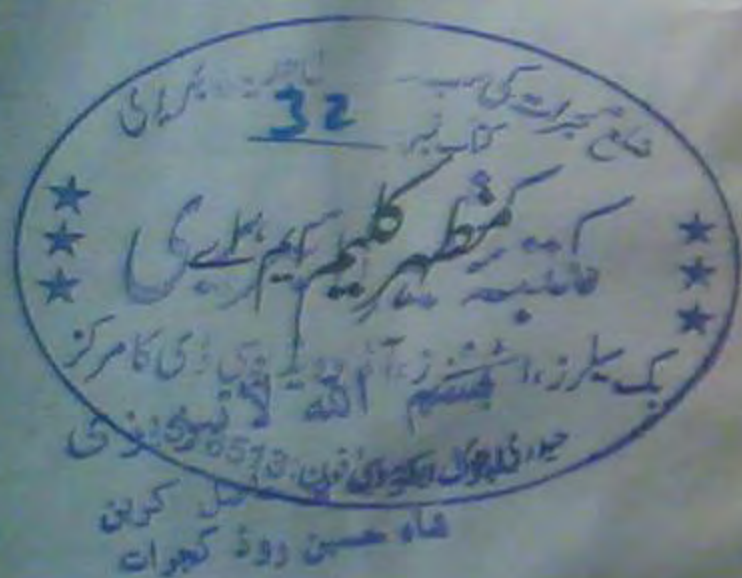


اسکی پکے

۳۲ ع. مجلد

علاقہ سیریز

# ایک پکڑ



یوسف برادرز

پاک گیٹ  
ممتاز

بسم اللہ لا تزی

ناول کراہہ ہو حاصل کریں  
شاہ حسین دوا کجرات

صبح ہو چکی تھی تمام افراد گھروں سے نکل کر دفاتر اور دکانوں  
کا رخ کر رہے تھے۔ دار الحکومت میں چہل پہل کا آغاز ہو چکا تھا کہ  
ایمانک پورے دار الحکومت کی سڑکیں اخبار فروشوں کی آوازوں سے  
گونج اٹھیں۔ اخبار فروش بیچ رہے تھے۔

رات بلسہ عام میں صدر مملکت کے سرے ٹوپی اتار لی گئی مجرم  
گرفتار نہیں ہو سکے تفصیلات کے لئے اخبار پڑھیے۔ اخبار پڑھیے  
یا کرینچ رہے تھے۔ اور پھر دار الحکومت میں موجود ہر شخص اس  
عجیب و غریب خبر کی تفصیلات پڑھنے کے لئے بے چین تھا۔ اور پھر  
تھوڑی دیر بعد تمام دار الحکومت میں اسی خبر پر تبصرے ہو رہے تھے  
چرمیگوئیاں ہو رہی تھیں۔

عمران ڈرائنگ روم سے نکل کر ڈرائنگ ٹیبل پر آ بیٹھا اور پھر  
اس نے میز پر موجود اخبار اپنی طرف کھینچا۔ اور پھر جیسے ہی اخبار کی



سیکنڈ لیڈ پر اس کی نظر پڑی۔ وہ چونک پڑا۔ بے اختیار اس کے  
پہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

سُرخ تھی ہی ایسی۔ "جلسہ عام میں صدر مملکت کے سر سے ٹوپی  
غائب ہو گئی۔" اور پھر عمران نے خبر کی تفصیلات پڑھتی شروع کر دیں۔  
لکھا تھا۔ (سات رپورٹ) رات دارالحکومت کے کمپنی باغ میں صدر  
مملکت نے ایک عظیم الشان جلسہ عام کی صدارت فرمائی۔ جب وزیر اعظم  
جلے سے خطاب فرما رہے تھے تو اچانک سیٹج کے قریب ایک درخت  
سے ایک آدمی نے چھلانگ لگائی اور وہ سیٹج پر آگرا۔ اس سے پہلے کہ  
اس اچانک افتاد پر لوگ سمجھتے اس آدمی نے صدر مملکت پر چھپٹا مارا اور  
ان کے سر سے ٹوپی اتار کر سیٹج سے نیچے اتر گیا۔ جب سیکورٹی پولیس اور  
دیگر حکام اس کے پیچھے دوڑے تو وہ ٹوپی سمیت غائب ہو چکا تھا۔ اس  
عجیب و غریب واقعے کے بعد صدر مملکت نے جلسہ عام منسوخ کر دیا اور  
اتحاد کر چلے گئے۔ پولیس معروف تفتیش ہے۔ مگر اب تک ہرجم گرفتار ہو  
سکا ہے اور نہ ہی اس عجیب و غریب حرکت کی کوئی توجیہ سمجھ میں آئی  
ہے۔ مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔"

عمران نے اخبار دوبارہ میز پر رکھ دیا۔ اور اپنے سر پر ہاتھ چھپاتے  
لگا۔ واقعی عجیب و غریب خبر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مذاق  
کیا ہو۔ مگر مذاق والی بات کچھ جی نہیں رہی تھی۔ بہر حال جو کچھ بھی  
ہوا بڑا دلچسپ تھا۔ اتنے میں سلیمان ناشتہ کی لڑائی دھکیلتا اندر داخل  
ہوا۔ اور پھر اس نے ناشتہ میز پر قریب سے رکھ دیا۔ عمران خاموش  
بیٹھا اسی خبر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سلیمان کے ہانے کے بعد وہ چپکا

اور اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اسی لمحے پانی پر رگے ہونے  
ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔  
یہ کون صبح صبح دخل درناشتہ کرنے آگیا۔ عمران نے بڑبڑاتے  
ہوئے رسیور اٹھا لیا۔  
"ہیلو۔۔۔ میں سلطان بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے

سر سلطان کی آواز سنائی دی۔  
"بولتے رہیے۔۔۔ اس وقت تک جب تک میں ناشتہ نہ کروں۔"  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
"عمران بیٹے۔۔۔ ناشتہ بعد میں کرنا۔۔۔ پہلے اخبار دیکھ لو۔"  
دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا۔

"کیوں۔۔۔ کیا اخبار میں کسی خوبصورت لڑکی کے لئے ضرورت  
رشتہ کا اشتہار موجود ہے۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔  
"ارے نہیں۔۔۔ بڑی دلچسپ خبر ہے۔ صاحب صدر کے سر  
سے رات جلسہ عام میں ٹوپی اتار لی گئی ہے۔" سر سلطان نے کہا۔ ان  
کے لمحے سے شوخی ساٹ نمایاں تھی۔

"تو کیا ہوا۔۔۔ صدر مملکت کوئی غریب آدمی تو نہیں ہے کہ  
دوسری ٹوپی نہ خرید سکیں۔ اگر ایسا ہے بھی تو عوام پر ٹوپی  
ٹیکس لگا دیں۔ ایک ٹوپی تو کیا ایک لاکھ ٹوپیاں آجائیں گی۔" عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسری طرف سے سر سلطان کے ہنسنے  
کی آواز سنائی دی۔

"تم مذاق کر رہے ہو اور یہاں صدر مملکت نے پوری مشینری کا



ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اس طرح ٹوپی اتاری جا سکتی ہے تو انہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ "سر سلطان نے کہا۔  
 "یہ بات تو درست ہے۔ ویسے اس پر سرکاری حکام کی طلبی کی بجائے صدر مملکت کو غماز شکرا ادا کرنی چاہیے بلکہ اپنی جان بچنے کی خوشی میں پورے ملک میں سرکاری چھٹی کا اعلان کر دینا چاہیے۔" عمران نے کہا اور سر سلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"بہر حال مذاق ایک طرف۔ یہ معاملہ مجھے بے حد سنگین نظر آ رہا ہے۔ اس حرکت کا اعادہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ تم خود سوچو اس خبر سے پوری دنیا میں ہمارے خفاقی نظام کا کتنا مذاق اڑایا جاسکتا ہے۔" سر سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو اس کا سیدھا سا دوا حل ہے کہ صدر مملکت آئندہ ٹوپی پہنا ہی نہ کریں۔ نہ ٹوپی ہوگی نہ دوبارہ کوئی اسے اتار سکے گا۔ ویسے بھی ٹوپی پہننا آؤٹ آف فیشن ہے۔ آج کل تو لوگ غماز پہنتے وقت ٹوپی پہننے کا شکر نہیں کرتے۔ صدر مملکت خواہ مخواہ سر پہ لہجہ لادے پھرتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"تمہیں شاید بے حد جھوک لگی ہے۔ اس لئے تم سنجیدہ نہیں ہو رہے۔ اچھا تم ناشتہ کرو اور پھر سیدھے میرے پاس آؤ۔ باقی بات چیت وہیں ہوگی۔" سر سلطان نے کہا۔

"تو کیا آپ کا مطلب ہے کہ صدر مملکت کے سر سے ٹوپی میں نے اتاری ہے۔" عمران نے بیحد سنجیدہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میں نے نہیں کہا۔ البتہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ تم اس مجرم کا کھوج

لگاؤ اور اس حرکت کی اصل وجہ معلوم کرو۔" سر سلطان نے کہا۔  
 "میرا خیال ہے اب مجھے ناشتہ کے بعد خود کشتی کر لینی چاہیے کیونکہ نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ سیکرٹ سروس اب ٹوپی چوروں کو گرفتار کرتی پھرے۔" عمران نے جواب دیا۔  
 "تم خود کشتی نہ کرو بلکہ میرے پاس آجاؤ۔ سمجھے اچھے بیٹے۔" سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر رابطہ منقطع ہو گیا۔ وہ رسیور رکھ چکے تھے۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ معاملہ جو اب ظاہر بالکل معمولی اور مذاق معلوم ہو رہا ہے اس کی تہہ میں کوئی گہری سازش بھی ہو سکتی ہے۔ جو مجرم اس طرح جلسہ عام میں یہ حرکت کر سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ یقیناً لمبے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حرکت صرف توجہ حاصل کرنے کے لئے کی گئی ہو۔ کیونکہ عمران اپنی زندگی میں ایسے بے شمار مجرموں سے ٹکرا چکا تھا جو نفسیاتی طور پر سیلف پبلسٹی کے لئے عموماً بیحد شائق ہوتے ہیں۔ اور اپنی پبلسٹی کے لئے عموماً ایسی دلچسپ حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر مجرم حکومت کو بلیک میل بھی کر سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے ٹوپی چمکانے کا معمولی واقعہ کسی خوفناک سازش کی پہلی کڑی ثابت ہو۔

ناشتے کے ساتھ ساتھ عمران کا دماغ بھی تیزی سے سوچنے میں مصروف تھا جب ناشتہ ختم ہوا تو عمران کا ذہن اس نتیجے تک پہنچ چکا تھا کہ جلد ہی اس کا کسی شتم ظریف اور مسخرے مجرم سے واسطہ پڑنے والا ہے۔



اس کے ساتھ ساتھ اسے اچھی طرح علم تھا کہ بظاہر مسخراہ حرکتیں کرنے والے مجرم دراصل کتنے ظالم اور خوفناک ہوتے ہیں۔ وہ ہنسی ہنسی میں سینکڑوں آدمیوں کا خون کر ڈالتے ہیں۔ ملک تباہ کر دیتے ہیں۔ مگر ان کے چہروں سے مسکراہٹ نہیں ہٹتی۔

ناشتے کے بعد عمران نے ہاتھ دھوئے اور رومال سے منہ صاف کر کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سر سلطان کے پاس تو اسے جانا ہی تھا۔

پچنانچہ تھوڑی دیر بعد اس کی کار سر سلطان کے دفتر کی طرف دوڑی چل جا رہی تھی۔



”ہیلو۔۔۔۔۔ ایکپ گرے سپیکنگ۔“ ادھیڑ مگر قوی البڑا آدمی نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ خوفناک تھا۔ بالائی ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ اس نے دانت صاف نظر آ رہے تھے۔ پیشانی کے درمیان سے بالائی ہونٹ تک زخم کا گہرا نشان تھا۔ اس نشان کی وجہ سے اس کا چہرہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں سرخی چھائی ہوئی تھی۔

بہر حال اس آدمی کا چہرہ اچھے دل گردے کا آدمی بھی دیکھ کر ایک بار تو لرز کر رہ جاتا تھا۔ چہرے سے شیطنت و مکاری صاف ٹپکتی تھی۔ اور

شاید اس لئے اس نے اپنا نام بھی ایکپ گرے یعنی شیطان رکھا ہوا تھا۔ بہر حال وہ اسم با مسمیٰ تھا۔

”جان سپیکنگ باس۔“ دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی آواز سنانی دی۔

”رپورٹ۔۔۔۔۔ باس۔“ نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”باس۔۔۔۔۔ ہم کامیاب رہے ہیں۔۔۔۔۔ صدر مملکت کی ٹوپی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔۔۔۔۔ مزید ہدایات دیں۔“ جان نے بتایا۔

”گڈ۔۔۔۔۔ اب ایسا کرو کہ وہ ٹوپی پک کر کے بذریعہ ڈاک اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کو روانہ کر دو اور ارسال کنندہ کی جگہ اس کے بھائی کا پتہ لکھ دینا۔۔۔۔۔ یہ کام ابھی ہو جانا چاہیے تاکہ کل صبح کی ڈاک سے ٹوپی مسٹر چاولہ کو وصول ہو جائے۔“ گرے نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔۔۔ میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں۔“ جان نے جواب دیا۔

”او کے۔“ گرے نے کہا اور پھر ریسپور یوں کریڈل پر پٹچا۔ جیسے وہ اس سے بڑی طرح بیزار ہو چکا ہو۔

ریسپور پٹچنے کے بعد اس نے میز کے کونے پر لگا ہوا ہٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اور موز باؤہ انداز میں سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

”جی۔۔۔۔۔ کل اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کو صبح کی ڈاک سے ایک پارسل ملنا ہے۔۔۔۔۔ تم نے اس ایریا کے پوسٹ مین کا تعاقب کرنا ہے



جب وہ پارسل مسٹر چاولہ کو ڈیلیور ہو جائے تو تم کسی بھی پبلک بوتھ سے اسٹریٹس کے کسی کسی کے پاس مڑ گئی۔  
 انٹلی جنس کے ڈائریکٹر سر رحمان کو ٹیلی فون کر کے یہ بتلانا ہے کہ صدر ملک کی  
 کی ٹوپی اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کے دفتر میں موجود ہے۔ وہ اسے  
 وہاں سے برآمد کر سکتے ہیں۔ گرے نے جی کو ہدایات دیتے ہوئے کہ  
 ”بہتر جناب۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔“ جی نے سمجھ کر  
 لیجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب دفعہ ہو جاؤ۔“ گرے نے کرخت لہجے میں کہا اور جی مڑ کر لیوں تیزی سے کمرے سے باہر نکلا جیسے موت اس  
 تعاقب کر رہی ہو۔

جی کے واپس جانے کے بعد گرے چند لمبے خاموش بیٹھا کچھ سوچا رہا۔  
 پھر اس نے میز کے کنارے پر لٹکا ہوا ایک اور بین دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک انتہائی خوبصورت لڑکی نیم عریاں  
 لباس میں اندر داخل ہوئی۔ اس کا انداز بھی سہا سہا سا تھا جیسے وہ کسی  
 کی بھلے ملک الموت کے سامنے حاضر ہوئی ہو۔

”الزبتھ۔۔۔ تم اولیور کے پاس جاؤ اور اسے میرا حکم پہنچاؤ۔“  
 وہ تہبازی اور پرامن منہ کی عریاں تصاویر اس مہارت سے بنائے کہ  
 کا گمان ہو۔۔۔ تصاویر قلمی نقش ہونی چاہئیں۔۔۔  
 ہونے ضروری ہیں اور پھر ان تصاویر کی دس ہزار کاپیاں تیار کر کے وہ  
 پہنچائے۔۔۔ یاد رکھو اگر تصاویر ٹھیک نہ ہوں تو تم دونوں دو  
 سانس نہیں لے سکو گے۔۔۔ جاؤ۔“

گرے نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور الزبتھ وہ بانہ انداز میں  
 چاند لمحوں تک گھر گھر کی آوازیں آتی رہیں پھر ایک دو دفعہ  
 گرے نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور الزبتھ وہ بانہ انداز میں



گرے نے الماری بند کی اور پھر واپس مڑا۔ وہ چار قدم چلنے کے بعد وہ قدرے لڑکھڑایا مگر پھر سنبھل گیا اور دروازہ اس کے قریب پہنچتے ہی کھل گیا۔ اس وقت تک اس کے چہرے کے عضلات چہرے کے شروع ہو گئے تھے۔ آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو چکی تھیں۔ باہر نکل کر وہ چوکیدار کے قریب رک گیا چوکیدار اٹل شے کھڑا تھا البتہ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ کیونکہ گرے جیسے آدمی کا اس کے پاس رک جانا اس کے لئے قیامت سے کم نہیں تھا چوکیدار کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ کیونکہ گرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا دل گرفتے کا کام تھا۔

گرے چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر بھیاں تک سی مسکراہٹ ہو گئی۔ اور اس نے اپنی کلائی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

کتنے — میری کلائی پر کاؤ۔

چوکیدار اس کے فقرے پر بوکھلا گیا۔ کیونکہ عجیب و غریب حکم تھا وہ غریب بھلا کیا سمجھتا۔ اس نے نظریں جھکائے ہوئے اٹک اٹک کر کہا۔

”جناب — میں بھلا ایسی گستاخی کر سکتا ہوں۔“ اس کے لہجے میں بوکھلاہٹ کے ساتھ شدید خوف تھا۔

دوسرے لمحے گرے کا بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ غریب اچھل کر دروازے سے باہر نکلا۔

کتنے کے بچے — مہارمی یہ جرات — کہ تم میرے حکم کی تعمیل نہ کرو۔ گرے نے غصے سے دباڑتے ہوئے کہا اور چوکیدار

راؤ دوبارہ تہہ کر کے اس نے باکس جیب میں ڈال لیا اور الماری کا سینڈل اٹھایا۔ الماری کے پٹ کھلتے چلے گئے۔ الماری کے اندر مضبوطی لوبے کی تاروں کے بنے ہوئے چوڑے باکس رکھے ہوئے تھے اور ان باکسوں میں مختلف قسم کے سانپ لیے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کافی بڑے باکس میں گہرے زرد رنگ کا ایک پتلا سا سانپ موجود تھا۔ گرے نے باکس کی سلاح پر اپنی انگلی کو زور سے مارا اور دوسرے لمحے سانپ نے تیزی سے سر اٹھایا اور اس نے سلاح سے اپنا

ٹکڑا دیا۔

”توب — تو تم کام کرنے پر آمادہ ہو دو دوست۔“ گرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر باکس کے کونے کی سلاح کو اٹھوٹے سے دبا یا۔ سلاح دینے ہی باکس کا ڈھکن خود بخود اٹھ اٹھا چلا گیا۔ گرے نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر باہر نکال لیا۔ سانپ نے اس کی گردن میں تڑپا پیا مگر گرے کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کو تڑپنے کی ہمت بھی نہ ملی اور وہ کسی حیرت انگیز کی طرح اس کے ہاتھ میں لٹکتا رہا۔ گرے نے اپنا منہ کھولا اور پھر دوسرے ہاتھ سے سانپ کے کو محسوس انداز میں دبا دیا۔ سانپ کے منہ سے زرد رنگ کے زہر کے چند قطرے اس کے حلق میں لپکے اور گرے نے ایک جھرجھری تو سانپ کو دوبارہ باکس میں بھیج دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ڈھکن بند کیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے تمام خیم کا خون اس کے چہرے پر اکٹھا ہونا شروع ہو گیا ہو



یوں تیزی سے اٹھا جیسے وہ تپتر کھا کر نہ گرا ہو۔ بلکہ اس نے جھٹکا کا کمال دکھایا ہو۔ اور پھر وہ تیزی سے گرے کی طرف بڑھا۔ حالانکہ ایک تپتر نے اس کا گال پھاڑ دیا تھا مگر خوف کی شدت میں اسے تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔

اس کے قریب آتے ہی گرے نے اپنی کلائی دوبارہ اس کی طرف بڑھا دی اور چوکیدار نے اس کی کلائی پر دانت جما دیئے۔ دوسرے لمحے گرے نے جھٹکے سے اپنا بازو پھڑا لیا۔

”سیدھے کھڑے ہو جاؤ“ گرے نے اسے حکم دیا اور وہ عریب دوبارہ اٹھن ہوا گیا۔

مگر دوسرے ہی لمحے اس کی حالت بگڑنے لگی۔ اس کے چہرے کے عضلات پھٹنے لگے اور وہ لڑکھڑانے لگا۔ اس کا رنگ تیزی سے زرد پڑتا بارہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دو منٹ گزرے ہوئے کہ وہ دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ اور چند لمحے چھڑکنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ رنگ سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم کا تمام خون کسی نے پھوڑ لیا ہو۔ چہرہ پھول کر بڑا گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے کسی انتہائی زہریلے سانپ نے کاٹ کھایا ہو۔

”ہو نہہ۔۔۔۔۔۔! قہاری ہی منرا تھی۔۔۔۔۔۔ کہ تم اپنی زندگی ختم کر دو۔۔۔۔۔۔ گرے کی کلائی پر کاٹنے والا کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔“  
گرے نے بڑی حقارت سے چوکیدار کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مکمل نشے میں ہو۔

راہدار میٹر کردہ داییں پہلے والے کمرے میں آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب وہ بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کے دباؤ بیٹھے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔

”کم ان“ گرے نے چونک کر دھاڑتے ہوئے کہا۔  
اور پھر ایک ادھیڑ عمر پتلا دبلا شخص اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مستقل نشے میں رہتا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ پلٹ ہوا گرے کے قریب آیا اور پھر خود ہی دھڑام سے کرسی پر گر گیا۔

”ہیلو باس“ اس نے خواب آلود لہجے میں کہا۔  
”ہیلو سو برز“ کیا رپورٹ ہے۔“ گرے نے مسکراتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ یہ پہلا آدمی تھا جس سے گرے نے مسکرا کر اور نرم لہجے میں بات کی تھی۔

”باس پھلی کانٹے میں پھنس چکا ہے۔۔۔۔۔۔ بس اب ڈور کھینچنے کی ضرورت ہے۔“ سو برز نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ اور پھر جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔ اور اس کا ڈھکن کھول کر اسے منہ سے لگا لیا۔ بوتل خالی ہو جانے کے بعد اس نے اسے دیوار کے ساتھ پھینک دیا۔ اور پھر گرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس۔۔۔۔۔۔ اب مزید کیا حکم ہے۔“  
”سو برز۔۔۔۔۔۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اس ملک میں بیٹھا خوش فحشیاں کرتا رہوں۔ میں یہاں سے کام نپٹا کر جلد از جلد چاہتا ہوں۔ بہت سے ملکوں کے آرڈر میرے پاس ایک ہو چکے ہیں۔ اب جب تک یہاں کا کام نہیں نپٹے گا میں کیسے واپس



جاسکتا ہوں۔" اسکیپ گئے تے سوہرز کو سمجھاتے ہوئے کہا  
 "ٹھیک ہے باس۔۔۔۔۔ آپ کے حکم کی دیر تھی میں آج  
 ہی ڈور کھینچ لیتا ہوں۔۔۔۔۔ اور بس کام ہو جائے گا۔" سوہرز نے  
 بے نیازانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم نہیں سمجھتے سوہرز۔۔۔۔۔ ڈور کھینچنے کے بعد تو کام شروع  
 ہوگا۔ یہ تو مجھے پتہ ہے کہ جب بھی کام شروع ہوا کام ہو جائے گا۔ مگر  
 کام شروع تو ہو گا۔" اس بار قدرے کڑخت لہجے میں کہا۔  
 "باس۔۔۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔۔۔۔۔ سوہرز اپنے ذرا لسن بھرنے  
 جانتا ہے۔" سوہرز نے جواب دیا۔ اور پھر کوٹ کی دوسری جیب سے بوتل  
 نکال کر اپنے منہ سے لگالی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کل دس بجے تک تم نے اپنا کام ہر حالت  
 میں کر دینا ہے۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ دیر میرے لئے ناقابل برداشت  
 ہوگی۔" گڑے نے قدرے ٹھکانا لہجے میں کہا۔ اور سوہرز سر ہلاتا ہوا اٹھا  
 اور خراٹاں خراٹاں مکرے سے باہر نکل گیا۔

**کیپٹن شکیل آج بڑے موڈ میں تھا۔ کافی عرصے تک مسلسل**

کام کرنے کے بعد چند دن ہوئے وہ فارغ ہوا تھا۔  
 آج صبح شاپنگ کے لئے نکلا تو اچانک ایک پرانے اور بے تکلف  
 دوست سے ٹکراؤ ہو گیا۔ دونوں بے عداشتیاق سے ملے۔ اور چونکہ اس  
 کے دوست نے کسی ضروری کام کے لئے جانا تھا۔ اس لئے انہوں نے  
 رات کو سلور گرل ہوٹل میں ملنے کا پروگرام بنایا۔

کیپٹن شکیل نے اپنی کار پارکنگ سٹینڈ میں کھڑی کی اور پھر چابیوں  
 کے گچھے کو انگلیوں میں ہلاتا ہوا وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا  
 مین گیٹ سے ذرق برق اور جدید ترین لباسوں میں ملبوس مرد اور  
 عورتیں آ جا رہے تھے۔ پھر کیپٹن شکیل جیسے ہی اندر جانے کے لئے کمرے  
 میں داخل ہوا دوسری طرف سے ایک قوی سیکل خوفناک چہرے والا شخص  
 باہر نکلنے کے لئے آگے بڑھا۔ اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی کیپٹن شکیل کا



کندھا اس کے جسم سے ٹکرا گیا۔

اور دوسرا لمحہ کیپٹن شکیل کے لئے انتہائی غیر متوقع ثابت ہوا۔ جب قوی، بیکل آدمی کا ہاتھ بھلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کیپٹن شکیل کے چہرے پر اس کا بھروسہ پورے طور پر پڑا۔ کیپٹن شکیل جو معذرت کے موڈ میں تھا، اچانک اور غیر متوقع تھپڑ کھا کر اچھل کر دو فٹ دور ایک میز پر جا گرا۔ مال میں موجود ہر شخص جو ہک کر دیکھنے لگا۔ مگر وہ قوی بیکل شخص تھپڑ مار کر بڑی بے نیازی سے بغیر یہ دیکھے کہ کیپٹن شکیل پر کیا گزری ہے، اڑتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے پیچھے وہ اور آدمی بھی باہر نکلے۔ انہوں نے ایک لمحے کیلئے مڑ کر کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔ ان کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی جیسے کہہ رہے ہو۔ دیکھا ٹکوانے کا نتیجہ۔

کیپٹن شکیل میز پر گرتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تھپڑ مارنے والا شاید بے حد طاقت ور تھا۔ کیونکہ ایک ہی تھپڑ سے کیپٹن شکیل جیسے آدمی کے منہ سے خون کی لکیر باہر نکل آئی تھی۔

کیپٹن شکیل کی آنکھیں غصے اور بے عزتی کی وجہ سے انتہائی سرخ ہو ہو گئی تھیں۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

”جانے دیکھئے صاحب ————— جانے کون پاگل تھا۔“ ایک آدمی نے کیپٹن شکیل کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھایا۔

”میں اس سے بھی بڑا پاگل ہوں۔“ کیپٹن شکیل نے بازو جھٹکتے ہوئے انتہائی غصے سے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر لپکا۔

باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ وہ قوی بیکل شخص اور اس کے ساتھی

سیاہ رنگ کی شیور لیٹ کار میں بیٹھ رہے تھے۔ کیپٹن شکیل تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف بھاگا۔ اس کے ذہن میں لاوا اُبل رہا تھا مگر جب وہ پارکنگ شیڈ کے پاس پہنچا تو سیاہ شیور لیٹ ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل چکی تھی۔

کیپٹن شکیل پھرتی سے اپنی کار کی طرف بڑھا۔ اس نے بھلی کی سی تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پلک جھپکنے میں اس کی کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح پوری تیز رفتاری سے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھی۔ اور چند لمحوں بعد سڑک پر پہنچ گئی۔ سڑک پر اس وقت بے پناہ رش تھا۔ رش کا یہ عالم تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کاروں کا میلہ لگا ہوا ہو اور پھر کیپٹن شکیل کو کافی دور سیاہ شیور لیٹ نظر آ گئی۔

کیپٹن شکیل نے دانت جھپٹتے ہوئے ایک سیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ اور کار ایک جھٹکے سے دوسری کاروں کی قطاریں سے یوں نکلی جیسے وہ کسی سرکس میں اپنے کمال دکھا رہا ہو۔ مگر کاروں کی تعداد ہی اتنی تھی کہ بے پناہ کوشش کے باوجود کیپٹن شکیل کو راستہ نہ مل سکا۔ اور اسے کار کی رفتار آہستہ کرنی ہی پڑی۔ مگر اس کی نظریں دور جاتی ہوئی شیور لیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ ان کے پاس پہنچ جائے اور اس تھپڑ مارنے والے کو بتلا دے کہ کسی کو تھپڑ مارنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر وہ کیا کرتا۔ ٹریفک کی وجہ سے بے بس تھا۔ بہر حال وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ آج اسے بکھٹے گا نہیں۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

چھانچر وہ مسلسل ان کا تعاقب کرتا رہا۔ اس غصے میں اسے اپنا وہ



دوست بھی بھول چکا تھا۔ جو ہوٹل میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوگا اور یقیناً اسے گالیاں بھی دے رہا ہوگا۔

سڑک پار کرنے کے بعد جب وہ چوک کر اس کر کے مارٹن روڈ کی طرف بڑھا تو اس سڑک پر ریش کسی قدر کم تھا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے سیاہ کار کے قریب تر ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر سیاہ کار بھی کافی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

غرضیکہ یہ یکطرفہ تعاقب جا رہی رہا اور پھر جس وقت کیپٹن شکیل کی کار سیاہ شیور لیٹ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوئی تو اس وقت وہ ماڈرن کالونی کے علاقے میں تھی۔ دوسرے لمحے سیاہ شیور لیٹ ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

کیپٹن شکیل جو اس کو گور کرنے کے لئے کافی تیز رفتاری سے کار دوڑائے چلا آ رہا تھا۔ سیاہ شیور لیٹ کے اچانک کوٹھی میں مڑ جانے کی وجہ سے جھوٹک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اس کی کار کے بریک کچھ دور جا کر چرچر لگے۔

اس نے پوری قوت سے دائرے میں گھماتے ہوئے کار بیک کی اور دوسرے لمحے اس کی کار بھی کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہوتی چلی گئی۔ سیاہ شیور لیٹ پورٹیکو میں موجود تھی۔ کیپٹن شکیل نے سیاہ شیور لیٹ کے قریب جا کر پوری قوت سے بریک ماری اور ٹائرا ایک تیز چیخ مار کر زمین کے پلنے پر جم گئے۔

کیپٹن شکیل نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر باہر آ گیا۔ دوسرے لمحے وہ ایک ایک کی بجائے اکٹھی چار بیڑھیاں پھلانگتے

ہوئے برآمدے پر چڑھ گیا۔ ابھی تک اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں انتقام کے شعلے بجھ کر رہے تھے۔ مگر اس کے باوجود اسے اتنا ہوش ضرور تھا کہ وہ کسی کوٹھی کے اندر نہ پڑتی داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کیونکہ ایسا خلاف تہذیب تھا۔ چنانچہ وہ کال بیل کی طرف بڑھا مگر ابھی وہ کال بیل کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ برآمدے کے لبلی دروازے سے ایک نوجوان باہر نکل آیا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے اس کی طرف مڑ گیا۔ اس کے منہ سے نکلنے والی خون کی لکیر ابھی تک اس کی ٹھوڑی اور ٹھوڑی سے ہوتی گردن تک موجود تھی۔ اور کال پر آنکلیوں کے نشانات بھی صاف نظر آ رہے تھے۔ نوجوان اسے دیکھ کر حیران کھڑا رہ گیا۔

”وہ کہاں ہے جنگلی ریکچر۔۔۔۔۔ جس کا چہرہ بے حد بھیانک ہے اور جو ابھی ابھی سلور گرل ہوٹل سے اس سیاہ کار میں واپس آیا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے نوجوان کے قریب جا کر غصے سے دھاتے ہوئے کہا۔

”آپ کون ہیں۔۔۔۔۔ اور کس کے متعلق بات کر رہے ہیں؟ آرام سے بات کریں۔۔۔۔۔ نوجوان نے حیرت انگیز تحمل اور سکون سے جواب دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں پُر اسرار سی چمک ابھرائی تھی۔

”جو میں پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ اس کا جواب دو نوجوان میں نہیں چاہتا کہ اس جنگلی سور کی بجائے تم میرے ہاتھ سے مارے جاؤ۔۔۔۔۔ اس نے سلور گرل میں میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے اور



میں اس تھپڑ کے بدلے اس کو کچا چبا جاؤں گا۔" کیپٹن شکیل نے انتہائی جوش و خروش کے عالم میں نوجوان کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا "آپ گرسے کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ ان کی عادت ہی ایسی ہے۔۔۔۔۔۔ بہر حال میں ان کی جگہ آپ سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں۔۔۔۔۔۔ میں ان کا سیکرٹری ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر انہیں پتہ چل گیا کہ آپ انتقامی جسد پر لے کر آئے ہیں۔۔۔۔۔۔ تو پھر آپ کو یہاں سے اپنی جان بچا کر لے جانا ناممکن ہو جائے گا۔"

نوجوان نے بڑے تحمل سے کیپٹن شکیل کو سمجھاتے ہوئے کہا مگر اس کے لہجے میں چھٹی ہوئی دھکی کیپٹن شکیل کو اور بھی مشتعل کر گئی۔ اس نے اچانک دونوں ہاتھ اس نوجوان کے پہلوؤں پر رکھے اور دوسرے لمحے وہ نوجوان اس کے بازوؤں پر اٹھ اچلا گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان سنبھلتا۔ غصے میں بھرتے ہوئے شکیل نے پوری قوت سے اسے دیوار کے ساتھ دسے مارا۔ نوجوان کے منہ سے ایک بھیاں نکلی جس کی شکل اور وہ دیوار سے ٹکرا بے حس و حرکت فرش پر گر پڑا۔

اسی لمحے برآمدے میں موجود قسمت ریا ققام دروازے کھل گئے اور دس کے قریب مسلح شین گنوں سے آدمیوں نے کیپٹن شکیل کو گھیر لیا۔ دس شین گنوں کا رخ کیپٹن شکیل کی طرف تھا۔ اور کیپٹن شکیل غصے سے بھرا رخ میں آئے ہوئے شیر کی طرح اگڑا کھڑا تھا۔ "کہاں ہے وہ جنگلی رینگہ گرسے۔۔۔۔۔۔ بلاؤ اسے۔" کیپٹن شکیل

نے غصے سے دباڑتے ہوئے کہا۔ "شٹ اپ۔۔۔۔۔۔ تم پاس کے متعلق ناڈیا الفاظ کہہ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔" ایک لمبے ترنگے نوجوان نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں یا تو اس کو میرے پاس لے آؤ۔۔۔۔۔۔ یا مجھے اس کے پاس لے چلو۔۔۔۔۔۔ میں جب تک اپنے انتقام کی آگ نہ بجھا لوں۔۔۔۔۔۔ مجھے سکون نہ ہوگا۔" کیپٹن شکیل نے بدستور دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ دروازے سے ایک آدمی نمودار ہوا۔

"اس آدمی کو پاس کے پاس لے جاؤ۔" اس نے مسلح آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نوجوان آخر تمہاری موت نے تمہیں آواز دے دی۔" اسی لمبے ترنگے آدمی نے زہر خند لہجے میں کیپٹن شکیل کے پہلو میں شین گن کی نال کا شوکا دیتے ہوئے کہا۔

"چلو۔۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اطمینان سے کہا۔

اس کے لہجے سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اب وہ مطمئن ہو گیا ہو۔

دس مسلح آدمیوں کے ترنگے میں چلتا ہوا کیپٹن شکیل دروازے پر اور چار کمروں سے گزرنے کے بعد ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا اور ان کے دریاں پہنچتے ہوئے کمرہ خود بخود میچے اترتا چلا گیا۔ اور پھر کافی دیر



بعد ایک جگہ رکا تو کیپٹن شکیل باہر نکل آیا۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس میں آؤ میٹک میٹر بھی سسٹم تھا۔

وہ سب راہداری کے اولین کونے میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرش تیزی سے سرکتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخری کونے میں ایک کافی بڑا دروازہ تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچے، فرش رُک گیا۔ ایک آدمی نے دروازے پر بڑے موڈ بانڈ انداز میں دستک دی۔

”کم ان —“ اندر سے کسی کی دھڑکنی دہی۔  
اور پھر اس آدمی نے دروازے کو دبا کر کھولا اور کیپٹن شکیل کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ وہاں موجود ہر آدمی کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ شاید وہ خود اندر جانے سے خوفزدہ تھے۔ مگر کیپٹن شکیل سرائٹھائے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ صرف پانچ مسلح آدمی اندر گئے۔

کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ یہ ایک خاص وسیع کمرہ تھا۔ جس کے صوف دو دروازے تھے۔ درمیان میں ایک کافی بڑے میز کے پیچھے وہی قوی ہیکل اور استہابی خوفناک صورت کا گوریلا نما انسان بیٹھا ہوا تھا اس کا چہرہ زخم کے نشان کی وجہ سے دو حصوں میں بٹا ہوا تھا اور انھیں خون کیہ تر کی طرح اسے سرخ تھیں۔

کیپٹن شکیل چند لمحوں تک بڑی بے نیازی سے کھڑا کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ جبکہ اس کے ساتھ آنے والے بڑے موڈ بانڈ انداز میں سر جھکائے کھڑے تھے۔ اسکیپ گرسے بڑی دلچسپ نظروں سے کیپٹن شکیل

کو دیکھ رہا تھا۔  
اسے نوجوان کی بے جگری اور بے نیازی پر حیرت ہو رہی تھی۔ اور چہرہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور قدم بہ قدم چلتا ہوا کیپٹن شکیل کی طرف بڑھنے لگا۔ اب کیپٹن شکیل نے بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں لیکن دوسرے ہی لمحے کیپٹن شکیل کو اپنی نظریں جھکانی پڑیں کیونکہ کرسی کی آنکھوں میں کسی زہریلے سانپ جیسی چمک تھی۔ اور اگر کیپٹن شکیل فوراً اپنی نظریں نہ جھکاتا تو یقیناً حرکت کرنے سے بھی معذور ہو جاتا۔

اسکیپ گرسے اس کے قریب آکر رُک گیا۔  
”یہاں کیوں آتے ہو —“ اچانک اس کی زوردار دھمکی سے کمرہ گونج اٹھا۔

”تمہارے تھپڑ کا جواب دینے —“ کیپٹن شکیل نے بڑے مطمئن ہجے میں جواب دیا۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔ —“ بہت خوب —“ نوجوان جیسے مٹھاری یہ جرات بہت پسند آئی —“ اس لئے ہم نے تمہارے متعلق کیا ہوا فیصلہ تبدیل کر دیا ہے —“ اسکیپ گرسے کے خوفناک قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

مگر ابھی قہقہے کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ کیپٹن شکیل کے بازو نے برقی کی لہریں حرکت کی اور پھر قہقہے کے ساتھ تھپڑ کی زوردار آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے تھپڑ مارا تھا مگر وہ دیو ہیکل گرسے تھپڑ کی وجہ سے صرف چند قدم لڑکھڑا کر رہ گیا۔ حالانکہ کیپٹن شکیل کو یقین



مقاہر کسی اور کو یہ تھپڑ پڑا ہوتا تو وہ یقیناً اڑ کر دس فٹ دور جا گرتا۔  
کیپٹن شکیل کا تھپڑ کچھ اتنا غیر متوقع اور اچانک تھا کہ مسلح آدمی حیرت  
سے ہتھ پٹے کے کھڑے رہ گئے۔ اور جب انہیں ہوش آیا تو  
انہوں نے تیزی سے مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کیا اور ٹریگر دبانے  
کی لگے تھے کہ اسکیپ گزرنے کے لمحے کے اشارے سے انہیں روک دیا  
اس کی آنکھوں کی چمک بے حد بڑھ گئی تھی۔ چہرہ غصے کی شدت سے پہلے  
سے بھی زیادہ خوفناک ہو گیا تھا۔ وہ بڑی گہری نظروں سے کیپٹن شکیل کو  
دیکھ رہا تھا جیسے اسے کیا چاہئے گا۔

”تمہارے تھپڑ کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ اب میرا تمہارا کوئی  
بھگڑا نہیں۔ اس لئے اگر تم مسلح چاہتے ہو تو میں تیار ہوں ورنہ دوسری  
صورت میں یاد رکھو کہ میری بجائے نقصان تمہارا ہی ہوگا۔“ کیپٹن  
شکیل نے بڑے اطمینان سے بھجے میں جواب دیا۔ اس کے لہجے سے  
بھی محسوس ہو رہا تھا کہ بدلہ لینے کے بعد اب وہ پرسکون ہو گیا ہے۔  
”ہوان۔۔۔ شاید اس دنیا میں تم پہلے آدمی ہو جس نے اسکیپ  
گزرنے پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہے۔ اسکیپ گزرنے تو اپنی  
طرف انگلی اٹھانے والے کا ہاتھ توڑ دینے کا مادی ہے۔ تم نے تو ہر مال  
ہاتھ اٹھایا ہے۔ اب تم خود اندازہ کر لو کہ عنقریب تمہارا کیا  
حشر ہوگا۔“

اسکیپ گزرنے کے بعد پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ ”کیپٹن شکیل  
سمجھ رہا تھا کہ اس سکون کے پیچھے کتنا بڑا طوفان چل رہا ہے۔ مگر وہ  
بھی عمران کے ہاتھوں کا تربیت یافتہ تھا۔ اس لئے سبمانے گہرائی کے

اس نے بے نیازی سے کندھے جھکے اور پھر لاپرواہی سے ادھر ادھر  
دیکھنے لگا۔ جیسے اسے اسکیپ گزرنے کی دھمکیوں کی کوئی پروا نہ ہو۔  
اور پھر دوسرے لمحے وہ برسی طرح پھونک پڑا۔ کیونکہ پہلی بار اس کی  
نظریں میز پر پڑے ہوئے بندل پر پڑیں۔ اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ  
بندل عریاں تصاویر کا تھا جس میں اس ملک کے وزیراعظم کسی غیر ملکی لڑکی  
کے ساتھ انتہائی غیر اخلاقی پوز میں تھے۔  
کیپٹن شکیل اس تصویر کو دیکھ کر اتنا حیران ہوا کہ ایک لمحے کے  
لئے وہ اپنا ماحول بھول گیا اور وہی لمحہ اس پر سجدہ جاری پڑا۔ کیونکہ  
اسکیپ گزرنے کے کسی جیسے کی طرح دوڑ کر اس کے سینے پر پوری قوت سے  
ٹکڑا ماری اور کیپٹن شکیل کمان سے تھکے تیر کی طرح تھیں۔ سب سے پہلے  
فٹ دور شکی دیوار کے ساتھ باٹھکرایا اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے  
کہ سجدہ کوشش کی مگر تکلیف اس شدت کی تھی کہ اسے سانس گھٹتا ہوا اور  
دماغ میں اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ اس لئے جب کیپٹن شکیل دیوار سے  
ٹکڑا کر گرا تو بے ہوش ہو چکا تھا۔

اسکیپ گزرنے کے چند لمحے گہری نظروں سے کیپٹن شکیل کو دیکھتا رہا۔ پھر  
اس نے حقارت سے فرش پر تھوکتے ہوئے کہا۔  
”بندل چوڑا۔۔۔ مجھ سے ٹکرانے آیا تھا۔“

”باس۔۔۔! اجازت ہو تو اسے گولی مار دیں۔“ ایک  
نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔۔۔! میں اسے اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گا۔ میں  
اسے تڑپا کر ماروں گا۔۔۔ فی الحال اسے رکس ہلاک میں ڈال



”دو“ اسکیپ کرے نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔  
اور اس کا حکم ملتے ہی مسلح آدمیوں نے بیہوش کیپٹن شکیل کو  
اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

کیپٹن شکیل کو جب ہوش آیا تو اس نے کراہ کر روٹ بدلی  
اور پھر اس کا دماغ جاگ اٹھا دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ مگر وہ  
یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں فرشتے پر پڑا ہوا  
تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا جو باہر سے بند تھا۔ کمرے کی چھت پر موجود ایک  
بلب جل رہا تھا۔

کیپٹن شکیل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اٹھتے ہوئے اس کے منہ سے  
بے اختیار کراہ نکل گئی۔ اور اس نے اپنا ایک ہاتھ سینے پر رکھ لیا  
جس جگہ اس گینڈے نے ٹکرا رہی تھی۔ وہاں اب بھی شدید درد  
رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔  
کیپٹن شکیل نے دانت بھینچتے ہوئے سوچا کہ نہ جانے اس گینڈے  
نے اسے زندہ کیسے چھوڑ دیا۔ ویسے اب اس کے ذہن سے اشتہار  
بھوت اتر چکا تھا۔ تھپڑ کے جواب میں تھپڑ مار کر وہ اپنی تسکین  
کر چکا تھا۔ اب اس کی جس باسوسیت جاگ اٹھی تھی۔ کیونکہ جس لمحے  
اس کی نظر پر ائم منسٹر کی عریاں فوٹو پر پڑی تھی۔ اس کا ذہن بڑی تیزی  
سے سوچنے میں منہمک تھا۔ ان کے انتظامات اور کوٹھی کے اندر بیٹھا  
مسلح آدمی دیکھ کر ہی اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ نادانستگی میں  
کسی مجرم تنظیم سے ٹکرا چکا ہے۔

اور جب سے اس نے میز پر پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر کا بندل

دیکھا تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا۔ چونکہ اس کا کسی سے ٹکرائے وغیرہ کا  
کوئی موڈ نہ تھا۔ وہ تو ایک بے تکلف دوست سے ملنے گیا تھا۔ اس  
لئے نہ ہی اس کی جیب میں رلیو لور تھا اور نہ ہی کوئی ٹرانسمیٹر۔  
اگر اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہوتا تو یہیں سے ایجنٹ کو کال کر کے  
تمام صورت حال بتا دیتا۔ اور مجرم آج ہی قابو آ جاتے۔

اس لئے اب ضروری تھا کہ وہ کسی طرح اس اڈے سے باہر نکل  
جائے تاکہ مجرم گرفتار ہو سکیں۔ یہ فیصلہ کر کے وہ دروازے کی طرف  
بڑھا مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ دروازے کا لاک آلو میٹک تھا کیونکہ  
چابی کا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے کی ہول سے آنکھ لگا  
دی۔ اور پھر دوسری طرف اسے ایک راہداری دکھائی دی راہداری میں بھی  
بلب کی روشنی موجود تھی۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ رات ہو چکی ہے۔ اس نے  
دو دفعہ دروازے کو زور زور سے بجایا تاکہ اگر کوئی راہداری میں موجود  
ہو تو اسے معلوم ہو جائے۔ مگر دو دفعہ دھک دینے کے باوجود جب  
کوئی رد عمل محسوس نہ ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ راہداری خالی ہے۔ اب مسئلہ  
تھا تالا کھولنے کا۔ اس کے لئے تار کی ضرورت تھی۔ کیپٹن شکیل نے اوپر  
اوپر نگاہ دوڑائی۔ مگر کوئی چیز اسے ایسی نظر نہ آئی جسے وہ تار کی جگہ استعمال  
کر سکتا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے راہداری میں قدموں کی آواز آتی  
ہوئی سنائی دی۔ کیپٹن شکیل چونک پڑا۔ اس نے اس آواز کے  
طرف کان لگا دیئے۔ آنے والا ایک ہی آدمی تھا اور پھر جب وہ  
دروازے کے قریب آ کر رُک گیا۔ تو کیپٹن شکیل بے قدموں پیچھے ہٹا



اور پھر جس جگہ وہ پہلے لیٹا ہوا تھا اسی جگہ لیٹ گیا۔ اور اس نے آنکھیں میچ لیں۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پھر ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ لیکن تشکیل مچی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے وقت وہ آدمی بے حد چوکنا تھا۔ مگر جب اس نے کیپٹن تشکیل کو اسی طرح بے ہوش پڑے دیکھا تو وہ ڈھیلا ہو گیا۔

کمال ہے۔۔۔ ابھی تک بے ہوش ہے۔۔۔ وہ بڑبڑاتا ہوا کیپٹن تشکیل کے قریب آ گیا اور پھر اس نے جھک کر کیپٹن تشکیل کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شاید وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ بے ہوشی کے دوران ختم ہی تو نہیں ہو گیا۔

ادھر کیپٹن تشکیل بھی اسی تاڑ لیں تھا۔ جیسے ہی آنے والے نے جھک کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ کیپٹن تشکیل نے پھرتی سے اس کا گھٹا دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، کیپٹن تشکیل نے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ کیپٹن تشکیل نے اسے نیچے لٹاتے ہی اس کی شین گن اٹھالی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا لباس اتارا اور اس کا لباس پہن لیا۔ اپنا لباس اس نے اسے پہنا دیا گو یہ لباس اس کے جسم پر قدرے تنگ تھا مگر اس کے باوجود گزارا ہو گیا۔ لباس تبدیل کر کے اس نے دروازہ کھولا اور کمرے سے باہر آ گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جو دائیں طرف سے آگے جا کر بند ہو جاتی تھی اس نے کیپٹن تشکیل کی دائیں طرف مڑ گیا۔ پھر جہاں راہداری مڑی اپنا نمک

ایک شین گن بردار اس کے سامنے آ گیا۔  
"کیا ہوا راک۔۔۔ اس آدمی کو نہیں لگاتے۔" دوسرے نے بوجھا۔

"نہیں۔۔۔ وہ بے ہوش ہے۔" کیپٹن تشکیل نے جبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"ٹھہرو۔۔۔ تمہاری آواز کیوں بدلی ہوئی ہے۔" دوسرے نے گرفت لہجے میں کہا اور کیپٹن تشکیل رک گیا۔ مگر اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لی ہوئی شین گن کو تیزی سے نال کی طرف سے پکڑ لیا اور پھر وہ جھٹکے سے مڑا دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شین گن ہو ایس اس طرح بلند ہو کر دوسرے آدمی کی کھوپڑی پر پڑی جیسے بجلی کا گوندا پکا ہو۔ ضرب اتنی طاقت سے پڑی تھی کہ دوسرا آدمی بغیر کوئی آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی کیپٹن تشکیل انتہائی تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اب وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ راستے میں آنے والی ہر راکاؤٹ کو ختم کر دے گا۔

راہداری مڑ کر ایک دروازے کے سامنے ختم ہو گئی۔ کیپٹن تشکیل نے دروازے کے قریب جا کر کان لگا دیئے۔ دوسری طرف خاموشی تھی کیپٹن تشکیل نے دروازے کو دبا یا مگر دروازہ بند تھا۔ اس نے کی ہول سے آنکھ لگا دی تو اس نے دیکھا کہ یہ کسی کی خواب گاہ تھی اور سامنے ہی پلنگ پر کوئی سویا ہوا تھا۔ کیپٹن تشکیل نے ایک طویل سانس لی اور پھر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے پوری قوت سے منکر بازی کر دی۔ اس کے انداز سے سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اسے بڑی جلدی ہو۔ چند لمحے تک ٹکٹے مارنے کے بعد اس نے جھک کر ایک بار پھر کی ہول سے



سرفہجے میں کہا۔  
اس کا لہجہ اتنا سوت اور مرد تھا کہ لڑکی کو یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ  
کہہ رہا ہے وہ کبھی گزرے گا۔  
مگر — میرا کیا قصور — مجھے تو باس نے حکم

میں جواب دیا۔  
 "تمہارے پاس کو تو میں ختم کر کے آ رہا ہوں۔ اس کا تم  
 فخر کرو۔ اب تمہاری باری ہے۔ کیپٹن ٹسکیلی نے شین گن کی  
 تان کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔

یہاں آئندہ کوئی غلطی نہیں کروں گی۔ لڑکی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے انتہائی  
انجائیہ لہجے میں کہا۔

”اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔۔۔ اور خبردار اگر پیچھے پھلانے کی  
کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔“ کیپٹن شکیل نے انتہائی گرفتار لہجے  
میں کہا۔ اور وہ لڑکی حیرت زدہ چہرہ لئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب  
کیپٹن شکیل کو احساس ہوا کہ اس نے لڑکی کو کہیں دیکھا ہے۔ دوسرے  
لمحے اس کے ذہن میں ایک جھپکا سا ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ ان عربوں  
تصاویر میں پر ائم مندر کے ساتھ یہی لڑکی تھی۔ لڑکی ابھی تک حیرت  
سے گنگ کھڑی تھی۔

”مگر تم کون ہو اور یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔ لڑکی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

میں ملزمی سیکرٹ سروس کا رکن ہوں۔ اور خاص طور پر تمہیں مسئلہ کرنے آیا ہوں۔ اب تم مرنے کے لئے تیار ہو



کیپٹن شکیل چند لمحے سوچتا رہا۔ جیسے وہ اس کش مکش میں مبتلا ہو کر لڑکی کی بات مان لے یا نہ مان لے۔ چہرہ اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”لڑکی۔۔۔۔۔! نہ جانے کیوں مجھے تم پر رحم آ رہا ہے۔ میں تمہیں ایک صورت میں معاف کر سکتا ہوں کہ تم مجھے کسی خفیہ راستے سے یہاں سے باہر لے جاؤ۔ میں تمہارے پاس کو ختم کرنے کے بعد کسی اور کے سامنے نہیں آنا چاہتا کیونکہ اس طرح مجھے دیر ہو جائے گی اور تھوڑی دیر بعد ملٹری یہاں بمباری کرنے والی ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”کیا مجھے اپنے ساتھ بچا کر لے جاؤ گے۔“ لڑکی نے امید افزا لہجے میں کہا۔ اب وہ مکمل طور پر کیپٹن شکیل کے ذائقے میں آپکی تھی۔

”ہاں۔۔۔۔۔ مجھے تم پر رحم آ گیا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں بچا لوں گا۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”پلو پھر۔۔۔۔۔“ لڑکی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے پٹنگ کے قریب موجود نائٹ گون اٹھا کر جسم پہ پٹا اور شکیل کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

لڑکی کیپٹن شکیل کو ساتھ لے غسل خانے میں آگئی اس نے فلش ٹینکی کا بیڈل ایک جھکے سے اوپر کیا اور پھر اسے زور سے دائیں طرح دایا تو ٹینکی والی دیوار اپنی جگہ سے ہٹتی چلی گئی۔

اب وہاں ایک اور کمرہ تھا۔ وہ دونوں اس کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں

اترتے چلے گئے۔ آخری سیڑھی پر لڑکی ٹک گئی اور اس نے قریب کھڑے کیپٹن شکیل کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”اس دروازے کے دوسری طرف دو آدمی پہرہ دے رہے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے لڑکی کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف ہٹایا اور پھر خود دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے پوری قوت سے دروازے پر لات ماری۔ دروازے کے پیٹ ایک دھماکے سے کھلنے چلے گئے۔ اور کیپٹن شکیل اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ دوسرے لمحے اس نے دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہوئے مسلح آدمیوں کو ایک لمحے میں فرش پر گرا دیا۔ ایک کے سر پر اس نے پوری قوت سے شین گن ماری اور دوسرے کے پیٹ میں لات۔ اور جیسے ہی وہ نیچے گرے۔ کیپٹن شکیل نے بکلی کی سی تیزی سے شین گن کو نال سے پکڑا اور پھر اسے لائٹنی کی طرح ان دونوں کے سر پر مار دیا۔ اور وہ دونوں اس کے بعد اس قابل ہی مڑے کر اٹھ سکے۔

لڑکی بھی اب اندر آگئی تھی۔ سامنے ایک طویل سرنگ نظر آرہی تھی۔

”اب اس سرنگ کے دروازے پر ایک آدمی موجود ہے اور پھر ہم آزاد ہوں گے۔“ لڑکی نے کہا اور کیپٹن شکیل لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے سرنگ میں بھاگنے لگا۔

کافی دور جا کر سرنگ نے ایک تنگ ساموڑ کاٹا اور لڑکی نے کیپٹن شکیل کو آہستہ ہونے کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گیا کہ دروازہ قریب آچکا ہے اب وہ پنجوں کے بل آگے بڑھ رہے تھے اور پھر سرنگ کا آہستہ دروازہ نظر آگیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کین بننا ہوا تھا۔ جس کی کھڑکی میں سے ایک



آدمی صاف نظر آ رہا تھا۔

کیپٹن شکیل نے لڑکی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تاکہ اس آدمی کی  
توجہ اس کی طرف ہو جائے۔ اور وہ خود دیوار کے ساتھ کھسکتا ہوا کیمین کی  
طرف بڑھا۔

”کون ہو تم اور یہاں کیسے آئی ہو“ کیمین میں کھڑے ہوئے  
آدمی کی نظر جیسے ہی الزبتھ پر پڑی۔ وہ حیران ہو کر کیمین سے باہر نکل آیا۔  
اور اسی وقتے میں کیپٹن شکیل بھی کیمین کی سائیڈ میں پہنچ چکا تھا۔ اس  
نے شین گن کو مال سے پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی ابھی تک وہیں کھڑی تھی اور پھر  
وہ چوکیدار اپنے ہاتھ میں موجود شین گن کا ریش لڑکی کی طرف کے آگے بڑھ  
آیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی توجہ کیپٹن شکیل کی طرف ہوتی، کیپٹن شکیل  
نے پھرتی سے وار کیا اور چوکیدار کے موئے شہیر کی طرح فرش پر گر گیا۔  
کیپٹن شکیل نے اس کے گرتے ہی دو وار اور کئے اور چوکیدار  
چند لمحے تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

”دروازے کا بٹن اندر کیمین میں ہے۔“

لڑکی نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن شکیل اندر کیمین  
میں داخل ہو گیا تاکہ بٹن دبائے۔ مگر اس سے پہلے وہ چوکیدار کے ہاتھ سے  
شین گن نہ لینا بھولا تھا۔ وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

مگر اس کے باوجود آخر کار وہ مار کھا گیا۔ کیونکہ جیسے ہی وہ کیمین میں  
داخل ہوا، لڑکی نے کیمین کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا اور  
کیمین کا دروازہ ایک چر پر ابھٹ کے ساتھ بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ  
بھی کیمین کی سائیڈ میں بنی ہوئی کھڑکی بھی بند ہو گئی۔ اور کیپٹن شکیل اس

آہنی پتھرے میں قید ہو کر رہ گیا۔  
لڑکی اسے قید کرتے ہی تیزی سے واپس لمپی اور سرنگ کے  
دروازے کی طرف دوڑنے لگی۔ وہ شاید بائس کے پاس پہنچ کر  
اطلاع دینا یا ہتی ہتی تھی۔

ادھر کیپٹن شکیل کو احساس ہو گیا کہ لڑکی دھوکہ دے گئی ہے اس  
نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا اور جیب باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر  
نہ آیا۔ تو اس نے کیمین کے دروازے کی طرف شین گن کی مال کا رخ کیا  
اور پھر ڈیگڑ دبا دیا۔ شین گن کی مال سے گولیاں نکل نکل کر آہنی چادور  
کو چھلنی کرتی ملی جا رہی تھیں۔

اور پھر ایک شین گن کا میگزین ختم ہونے کے بعد اس نے چوکیدار  
سے لی ہوئی اسٹین گن کا فائر کھول دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ابھی تک  
ایک زور کا کھٹکا ہوا اور کیمین کا آہنی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ شاید  
اس کا میگزین ٹوٹ چکا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی کیپٹن شکیل اچھل کر باہر آیا۔ اور اسی لمحے اس  
پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔

کیپٹن شکیل پھرتی سے کیمین کی آڑ میں ہو گیا۔ اور پھر اس نے  
سرنگ کی طرف رخ کر کے شین گن کا ڈیگڑ دبا دیا۔ مگر موڑ کی وجہ  
سے چونکہ مقابل اسے نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے گولیاں دیوار پر  
سے ٹکرا کر رہ گئیں۔

کیپٹن شکیل کو احساس ہو گیا کہ اگر وہ فوری طور پر سرنگ سے  
باہر نہ نکلا تو یہ سرنگ اس کی قبر بھی بن سکتی ہے۔ شین گن بھی اس



وقت تک کار آمد ہے جب اس کا میگزین چلتا ہے۔ اس کے بعد وہ بے دست و پا ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اس نے یہ سوچ کر ہاتھ روک لیا۔ اس کی نظریں یہاں سڑک کے موڑ پر جمی ہوئی تھیں، وہاں وہ کن انکھیوں سے دروازے کی پوزیشن کو بھی دیکھ رہا تھا۔

اور پھر اسے دروازے کی جڑ کے قریب ایک موٹی سی تار جاتی ہوئی نظر آگئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس تار کے ذریعے دروازے کے میکنزم کو کنٹرول کیا جاتا ہوگا۔

اسی لمحے اچانک اسے موڑ پر دو آدمیوں کے سر نظر آئے اور کیپٹن شکیل نے فوراً ٹریگر دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی چیخ مار کر آگے گرا۔ دوسرا دوبارہ چپ گیا تھا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پھرتی سے شین گن کا رخ اس تار کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگیں اور ایک دھماکے کے ساتھ تار کے پرچھے اڑ گئے۔ اس لمحے کیپٹن شکیل پر دوبارہ گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور جواب میں کیپٹن شکیل نے بھی فائر کھول دیا۔ فائرنگ دوبارہ رک گئی۔ شاید مخالفت بھی اس کا میگزین ختم کرنا

پابنت تھی۔

کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر دروازے کے ہیٹل اور اس کے آس پاس گولیاں برسائیں۔ اس بار شہر اس کی سب توقع نکلا۔ میکنزم تو پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ اب تالا ٹوٹتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل نے سڑک کی طرف شین گن کا رخ کر کے بے تحاشہ گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ اور پھر اچانک اس نے کیپٹن کی آڑ سے چپ لگایا

اور دروازے سے باہر جاگرا۔ باہر گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دائیں طرف بھاگتا ہوا کیت میں گھستا چلا گیا۔ وہ حتی الوسع تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ تاکہ جب تک مجرم دروازے کے قریب پہنچیں وہ کافی دور بھاگ چکا ہو۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ کافی دور آچکا تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر جب کیت سے تھوڑا سا دور پر کیا تو اس نے مجرموں کو دروازے کے سامنے کھڑا دیکھا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ اور وہ لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

کیپٹن شکیل نے نظروں ہی نظروں میں خاٹے کا اندازہ کیا کہ آیا شین گن کی گولیاں ان تک پہنچ سکتی ہیں یا نہیں اور جب اسے اندازہ ہو گیا تو اس نے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر ان کا نشانہ لیا اور اور ٹریگر دبا دیا۔ یہ ان کی حماقت تھی کہ وہ اس طرح کھلی جگہ پر آواز نہ کرتے تھے۔

چنانچہ پہلی ہی بوچھاڑ میں وہ لڑکی اور تین آدمی الٹ کر پھٹے جا گئے اور باقی دو اچھل کر سائینڈل میں سو گئے۔ اور کیپٹن شکیل ایک بار پھر آگے بھاگنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ مجرم اس کا پیچھا کرنے کی جرات نہیں کریں گے۔ بھاگتے بھاگتے وہ جلد ہی ایک سڑک تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے سڑک کے قریب پہنچتے ہی شین گن ایک کیت میں چھپکی اور سڑک پر بڑے المینا سے چلنے لگا۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور کیپٹن شکیل نے اسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتا کر تیزی سے چلنے کے لئے کہا۔ وہ جلد از جلد ایسٹو کو رپورٹ دے کر مجرموں کے اڈے پر حملہ



کرانا چاہتا تھا۔ تاکہ مجسموں کو اوڈھ چھوڑنے کی مہلت بھی نہ ملے۔  
جلد ہی وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا اور اس نے جاتے ہی ٹیلیفون کا  
ریسیور اٹھایا اور ایکسٹنشن کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔



عمران نے ابھی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا  
تھا کہ بلیک زیرو نے تیز لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔  
”عمران صاحب۔۔۔۔۔ معاملات یہ حد خطرناک رخ اختیار کر  
گئے ہیں۔۔۔۔۔ ابھی ابھی پرائم منسٹر نے ڈائریکٹ مجھے ٹیلیفون  
کیا ہے۔“ بلیک زیرو کا چہرہ جو شش سے سرخ ہو رہا تھا۔  
”مبارک ہو بھائی۔۔۔۔۔ اب تو پرائم منسٹر سے براہ راست  
تعلقات ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ کچھ جاری بھی سفارشات کر دو۔ بڑے  
کام پھنسنے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے معصوم لہجے میں  
کہا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔ فارگاہ سیک سنجیدہ ہو جائیں۔“  
ظاہر نے بڑی بے بسی سے کہا۔

”یار سنجیدہ ہو کر کیا کروں۔۔۔۔۔ میرے بھتیجیوں کو سکول  
نہیں داخلہ نہیں مل رہا۔ حالانکہ منسٹرنگ کی سفارشات کرا چکا ہوں۔

بھائی کو نوکر ہی نہیں مل رہی۔ حالانکہ اس غریب نے بی ایس سی  
انجینئرنگ میں دیپ نیورسٹی ٹاپ کی ہے۔۔۔۔۔ پڑھ پڑھ کر بے چارہ  
پتھر ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ اب میری پرائم منسٹر سے صاحب سلامت  
نہیں کہ میں ان سے سفارشات کروں۔۔۔۔۔ اس لئے یار  
تمہاری تہربانی۔۔۔۔۔ ان سے کہہ کر یہی کام تو کرادو۔“ عمران  
نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔! میں کیا کہوں۔۔۔۔۔ آپ تو سنجیدہ  
ہی نہیں ہوتے۔“ ظاہر نے بے چارہ سر کپڑ کر بیٹھ گیا۔

”کیا خاک سنجیدہ ہوں۔۔۔۔۔ میرے بھائی بھتیجیوں کا مستقبل  
تاریک ہو رہا ہے اور تمہیں سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا ہے۔“  
عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو اب بیچارہ کیا کہتا۔ وہ خاموش ہو کر  
رہ گیا۔

عمران چند لمحے تو اسے غور دیکھتا رہا۔ پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ  
دور گئی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ بلیک زیرو کوئی خاص بات کہنا چاہتا  
ہے۔ ورنہ اس کی باتوں سے اتنا پریشان نہ ہوتا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ بتلاؤ کیا بات ہے۔“ عمران نے اس بار سنجیدگی  
سے پوچھا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔! ابھی تھوڑی دیر پہلے پرائم منسٹر کا  
ٹیلیفون آیا تھا۔۔۔۔۔ وہ بے حد پریشان ہیں۔“ بلیک زیرو نے  
تیزی سے چمک کر کہنا شروع کر دیا۔

”بلیک زیرو۔۔۔۔۔ تمہید میں وقت ضائع کیا کرو۔“ عمران



نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ایک ایک لمحہ قہقہہ ہو۔

”موری سر ————— پرائم منسٹر نے بتلایا ہے کہ انہیں بیک میل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پرائم منسٹر کو آج کی ڈاک میں ایک لغافہ ملا ہے جس میں تین مختلف فوٹو تھے۔ اس میں وزیر اعظم اور ایک لڑکی کو عربیوں اور فحش انداز میں دکھایا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک خط ہے جس میں انہیں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر انہوں نے مطالبات تسلیم نہ کئے۔ تو اس جیسی ہزاروں تصویریں ملک میں پھیلا دی جائیں گی۔ اور غیر ملکی پریس کے حوالے کر دی جائیں گی۔ پرائم منسٹر صاحب اس دھمکی سے بے حد پریشان ہیں۔“ بیک زیدو نے تفصیل بتلائی۔

”اور وہ مطالبات کیا ہیں۔“ عمران نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

”یہ اس خط میں درج نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ہدایت ہے کہ اگر وہ راضی ہیں تو کل کے اخبار میں ناسازشی طبع کا اعلان کر دیں۔ پھر انہیں مطالبات بھیجے جائیں گے۔“ بیک زیدو نے بتلایا۔

”بہت خوب۔“ خاص دلچسپ بیک میڈنگ ہے۔ مگر ہمارا اس سے کیا تعلق۔ یہ تو اٹلی بنس کا کام ہے۔ وہ خود ہی اس سے بچنے گی۔“ عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”نہیں جناب۔“ پرائم منسٹر صاحب نے پشیل درخواست کی ہے کہ اس کیس کو ہمارا محکمہ ڈیل کرے۔ کیونکہ یہ نہ صرف ان کی ذاتی

عزت بلکہ پورے ملک کی عزت کا سوال ہے۔“ بیک زیدو نے جواب دیا۔

”تم نے ان کی درخواست یقیناً قبول کر لی ہوگی۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

”اور میں کیا کر سکتا تھا۔“ بیک زیدو نے جواب دیا۔

”تو پھر کام کرو اور ڈھونڈو اس بیک میل کو۔“ مجھے کیا کہتے ہو۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں جواب دیا اور میسر پہ پڑا ہوا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا۔

بیک زیدو اب کیا کہتا۔ خاموش ہو رہا۔

اس سے پہلے کہ عمران ریسپور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اٹھی۔ عمران نے ریسپور اٹھایا۔

”ایکسٹن۔“ عمران نے بڑے کرحشت لہجے میں کہا۔ وہ شاید ابھی تک غصے میں تھا۔

”سلطان سپیکنگ۔“ عمران کہاں ہے۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”عمران بول رہا ہوں۔“ سنائیے۔“ عمران نے بدستور پہلے والے لہجے میں جواب دیا۔

”عمران۔“ انہیں شاید ابھی ابھی پرائم منسٹر نے فون کیا ہوگا۔ انہوں نے مجھے بھی سفارشیں کئے کہا ہے کہ جو وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ تمہارے محکمے کا کیس نہیں ہے مگر یہ تم اسے نمکناہ انداز میں ڈیل کرو۔ بلکہ ملک کی عزت کو سامنے رکھ کر کام کرو۔“ سر سلطان نے کہا۔



[illegible]

"بہر حال — کچھ بھی ہے — میں ذاتی طور پر درخواست کرتا ہوں۔" سر سلطان نے کہا۔

[illegible]

عمران نے بلیک زیرو کو آٹھ ماہاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو  
مکرا دیا۔

شکریہ ہے۔ سر سلطان نے جواب دیا اور  
رابطہ ختم ہو گیا۔

کچھ اپنے ممکنے کا رعب بھی ڈال کر حکام پر — وہ ہمیں  
کہیں بھاڑے کا ٹوٹ بنالیں کہ جب چاہا اور جہاں چاہا آگے کر دیا۔  
اب ویچو میں نے سو سو احسان کر کے بات مان لی ہے۔ ورنہ کام آ  
ہمیں کرتا ہی ہے — کیونکہ وزیر اعظم کو براہ راست بیگ میل

کرنے والا بلیک میلر کو فی معمولی جبرم نہیں ہو گا۔ اور  
 ہی اس نے دو چار لاکھ روپے طلب کرنے میں " عمران نے بلیک زیرو  
 کو سمجھاتے ہوئے کہا۔  
 " آئندہ احتیاط رکھوں گا جناب "۔ بلیک زیرو نے جواب  
 دیا۔

اس سے پہلے کہ عمران کو فی جواب دیتا۔ ٹیلی فون کی گفتنی ایک بار پھر بک اٹھی۔ عمران نے ریسپور اٹھا لیا۔  
"ایکسو۔۔۔" عمران نے کہا۔

”سر۔۔۔ میں تشکیل بول رہا ہوں۔۔۔ میرے پاس ایک  
اہم تجربہ ہے۔ دوسری طرف سے کیپٹن تشکیل کی آواز سنائی دی۔  
”بتاؤ۔۔۔“ عمران نے کڑخت لہجے میں کہا۔

سب سے پہلے میں نے انتہائی خطرناک مجرموں کے اڈے کا سراغ لگا لیا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں میں نے پراغم مشین کی ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ عربی اور فحش تصویروں کا بنڈل بھی دیکھا ہے۔ کیپٹن شکیل نے بتایا

”کیا کیا — پرانہ مندر کی عمارتیں تھیں اور یہ —“ عمران  
یہ کہہ کر چلا گیا اور اس کی بات سن کر قریب بیٹھا بلیک زبیر بھی حیرت  
میں اچھل پڑا۔

”جی ہاں جناب۔۔۔۔۔! میں بڑی مشکل سے ان کے اٹے سے  
شکل کر آسکا ہوں۔ میرا خیال ہے ہمیں فوراً ہی طور پر اس اٹے پر چھاپ  
مارنا چاہیے۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔



”مختصر لفظوں میں حالات بتاؤ۔“ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے اڈے میں جانے اور وہاں سے نکلنے اور اس گینڈے کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔

باس کا حلیہ سن کر عمران ایک بار پھر چوک پڑا۔ کیونکہ علیہ سنتے ہی اس کے ذہن میں کچھ پرانی یادیں ابھر آئیں۔  
”تعلیہ تفصیل سے بتاؤ۔“ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے باس کا تعلیہ پوری تفصیل سے بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ میں نمبران کو کال کر کے کہہ دیتا ہوں۔ آپ سب فوری طور پر اڈے پر چھاپہ ماریں۔ مگر مجھے امید کم ہے کہ اب وہاں سے کچھ ملے۔ بہر حال کوشش کریں کہ کوئی نہ کوئی اہم دستاویز وغیرہ وہاں سے مل جائے۔“ عمران نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا۔

”بلیک زیرو۔“ جولیسا کو کہہ کر ماڈرن کالونی کی کوئی نمبر بارہ پر چھاپہ مارتے کا فوری انتظام کرادو۔ انہیں ساتھ ہی یہ بھی ہدایت دو کہ وہ بے حد محتاط رہیں۔ کیونکہ جس آدمی کا حلیہ کیپٹن شکیل نے بتلایا ہے، اگر واقعی وہی آدمی ہے جو میں سوچ رہا ہوں تو پھر ہمارا مقابلہ انتہائی پیالاک، عیار اور ظالم شخص سے ہے۔ عمران نے بلیک زیرو کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ اور نوڈ اٹھ کر لاہر ریسی کی طرف بڑھ گیا۔

بلیک زیرو نے ریسیور اٹھا کر جولیسا کے نمبر ڈائل کئے اور اسے چھاپے کے متعلق ہدایات دینے لگا۔

عمران تھوڑی دیر بعد لاہر ریسی سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک فائل موجود تھی۔ عمران نے فائل کھول کر سامنے رکھ لی اور کافی دیر تک اس کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر فائل بند کی اور بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”بلیک زیرو۔“ ہمارے ملک پر اسکیپ گروے نے حملہ کر دیا ہے۔ میں اس مجرم سے آکسford کے زمانے میں ایک بار پہلے بھی ملچکا چکا ہوں۔ یہ بے حد خطرناک عیار اور ظالم شخص ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ انتہائی ستم ظریف بھی واقع ہوئے۔ مجرم اس انداز میں کرتا ہے کہ مجرم کی نوعیت بحد دلچسپ بن جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ صدر محکمہ کی ٹوپی اڑانے کا کام بھی اسی کا ہو گا۔ تاہم پریم منسٹر یہ رعب بھایا جاسکے کہ اگر وہ ٹوپی اٹا کر سکتا ہے تو سر بھی گردن سے علیحدہ کر سکتا ہے اور اب مجھے قطعی امید نہیں ہے کہ اگر عمران کو اڈے میں سے کچھ ملے۔ بلکہ ہمارے نمبر ہی انٹاکسی مصیبت میں پیش کئے ہیں۔ یہ تو کیپٹن شکیل کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اتنے خطرناک مجرم کے ہاتھ سے نکل آنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

بلیک زیرو نے فائل کھولی اور اسے پڑھنے لگا۔ فائل میں صرف ایک ہی کاغذ تھا جو عمران کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔  
”یہ تو آپ کی ذاتی یادداشت ہے۔“ بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔



"ہاں۔۔۔ اس مجرم کے متعلق کہیں بھی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔۔۔ میں نے صرف ریکارڈ مکمل کرنے کے لئے اپنے طور پر یادداشت لکھ کر رکھ دی تھی تاکہ ریکارڈ مکمل ہو جائے۔ ورنہ یہ تصور بھی نہیں تھا کہ کبھی پھر اس مجرم سے ٹکرانا پڑے گا کیونکہ یہ بہت اونچے ہاتھ مارنے کا عادی ہے اور زیادہ تر یورپ میں کام کرتا ہے۔ پہلی بار اس نے ایشیا کا رخ کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معاملہ پیچیدہ خطرناک ہے گہرا ہوگا۔" عمران نے جواب دیا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ماڈرن کا لونی میں جا رہا ہوں تاکہ نمبروں کے پھاپے کو بھی چیک کروں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ ضرور اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔"

"عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور بیک زید کو اب صحیح مسنوں میں احساس ہوا کہ اس کیپ گرا۔ کتنا خطرناک مجرم ہوگا کہ عمران کو اپنے ساتھیوں کے پھنسنے کا یقین چکا ہے جیکہ تمام نمبران سمجھدار اور منجھے ہوئے جاسوس ہیں۔"

گرے کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ تو ایک طرف۔۔۔ سرخ لاشیں جل اٹھتی تھیں اور سامنے وہ لڑکی الزبتھ اور چار آدمی سرخ بکائے کھڑے کانپ رہے تھے۔

انہوں نے ابھی ابھی گرے کو کیپٹن شکیل کے قرار کی خبر سنا ہی تھی۔ ان میں سے دو تو وہ تھے جو کمرے اور گیلری میں اس کے ہاتھوں بے ہوش ہوئے تھے اور باقی دو وہ تھے جو سڑک سے بچ کر واپس آئے تھے۔

گرے نے غصے کی شدت سے میز پر اتنے زور کاٹا کہ مارا کہ میز کی سطح ایک دھماکے سے ٹوٹ گئی اور گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "تم پانچویں نا اہل ثابت ہو چکے ہو۔۔۔ ایک عام سا آدمی ہمارے اتنے مضبوط اڈے سے یوں آسانی سے باہر نکل جائے تو ہم کچھ



لعنت ہے۔۔۔۔۔ گھرے نے غصت سے دھاڑتے ہوئے کہا۔  
 ”مم۔۔۔۔۔ مگر جناب۔۔۔۔۔ وہ شخص عام آدمی نہیں تھا  
 اس کے لڑنے اور گولیاں چلانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نہ صرف اس  
 پیشے سے تعلق رکھنے والا ہے بلکہ انتہائی ماہر اور چالاک شخص ہے۔“  
 ایک آدمی نے لرزاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

لاشت اب — یونان سنس سن آف پیج — اگر وہ  
تھا بھی سہی تو تمہیں میں نے اس لئے ملازم رکھا ہے کہ صرف انگریزوں  
کو قابو کرتے رہو اور ماسروں سے مار کھا جاؤ۔ گریس نے  
انتہائی گرجت لہجے میں کہا اور پھر حیب سے خیر نکال کر اس نے  
الزبتھ کو مخاطب کر کے کہا۔

کتیا کی بچی۔۔۔ تمہاری وجہ سے وہ یہاں سے بھاگ سکا ہے  
اگر تم اسے سڑنگ کا راستہ نہ دکھاتیں تو وہ زندہ گی بھر میاں سے فرار  
نہ ہو سکتا۔۔۔ اس نے سب سے پہلے مرلے کا حق تمہارا ہے۔  
گرے نے کہا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ نے بجلی کی سی  
تیزی سے حرکت کی اور خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر میدان الزہد  
کے سینے میں ترازو ہو گیا۔

الزبتہ ایک صحیح ماہر نیچے گر پڑی اور دو پار سینڈ ٹرپس کے  
بعد ٹھنڈی ہو گئی۔

باقی چار آدمیوں کے جسم موت کو اپنے سامنے دیکھ کر اس بڑی طرح کانپنے لگے۔ جیسے انہیں زلزلے کا بخار ہو گیا ہو۔ ایک پر گڑے چند لمحوں میں انہیں بڑی کینہ توڑ نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کا ہاتھ جیب میں

ریٹکا اور دو سرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک

بھاری بھر کم رپوا اور چمک رہا تھا۔  
اور پھر اس نے سانس لئے بنیر ٹریگر دبا دیا۔ چند سیکنڈ بعد وہ  
پاروں آدمی فرش پر گر کر ترپنے لگے۔ گویا ان کے سینوں میں گیس  
پکی تھیں۔ گے اس وقت تک ٹریگر دباتا چلا گیا۔ جب تک کہ پاروں  
ٹھنڈے نہیں ٹپ گئے۔

ٹھنڈے نہیں پڑ گئے۔  
ان کے ٹھنڈے پڑنے کے بعد گرے نے دیوالور پوری قوت سے  
کمرے کی دیوار پر دے مارا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک کونے کی  
طرف بڑھ گیا۔ کونے کے قریب پہنچ کر اس نے زور سے اپنا پیر فرش پر  
مارا اور دوسرے لمحے کونے کی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ وہاں  
ایک چھوٹی سی الماری تھی جس میں ایک مشین فٹ تھی۔

گئے۔ اس کا ایک بٹن دبایا اور مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ گرے نے مشین کے ساتھ منسلک مائیک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے ایک بٹن دبا دیا۔

بھی دبتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری بھر کم آواز گونجی۔

پہلو — گارڈیلا سپیکنگ — اور

”اسکے گے دس اینڈ — اور — گے نے بدستور  
 تھے دعا کرتے ہوئے کہا۔

”ہیں اس ————— حکم — اور — گماڑ ڈیلا کی موہبانہ آواز  
سنائی دے۔“

”آزاد دیا۔۔۔۔۔ اقم اپنے گرد پ کو لے کر فوراً ہیڈ کوارٹر کو خفیہ



طور پر کور کر لو — مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ ہونے والا ہے۔ میں یہاں موجود تمام آدمیوں سمیت ہیڈ کوارٹر میں دو میں منتقل ہو رہا ہوں۔ اب ریڈ کرنے والوں کو کور کرنا تمہارا کام ہے مگر یہ خیال رہے کہ ان میں سے کوئی مرے نہیں — کیونکہ میں نے ان سے معلومات لینی ہیں۔

”بہتر جناب — میں دس منٹ بعد پہنچ رہا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں — گاڑ ڈیلا سے پہنچ کر کوئی نہیں جاسکتا۔“  
گاڑ ڈیلانے جواب دیا۔

”اور اینڈ آف —“ گرے نے کہا اور پھر مین دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک مین اور دیا اور پھر مائیک پر کہنے لگا۔

”فہرون — اگرے پیکنگ — دس منٹ کے اندر اندر اپنے تمام آدمیوں سمیت ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل جاؤ اور عارضی ہیڈ کوارٹر فہرون میں منتقل ہو جاؤ۔ دس منٹ بعد ہیڈ کوارٹر گاڑ ڈیلا کی تحویل میں چلا جائے گا۔ اور سنو — میرے کمرے میں ہائیڈرینج لائشیں پڑتی ہیں۔ انہیں بھی ساتھ لے جاؤ اور ہیڈ کوارٹر فہرون کی جھٹی میں چلا دو۔“

گرے نے فہرون کو حکم دیا اور پھر مین دبا کر اس نے مائیک دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

پہلے والا مین دبا کر اس نے مشین بند کی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر نور سے فرش پر پاؤں مارا۔ دیوار پہلے والی حالت میں آگئی۔

اسکیپ گرے تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا چند مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا اور اس نے وہاں موجود سوپنج پورڈ کو جھٹکا دے کر ایک طرف کیا۔ سوپنج پورڈ کے نیچے ایک چھوٹا سا خانہ بنا ہوا تھا گرے نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔

اندر موجود ایک ابھری ہوئی جگہ کو انگوٹھے سے دیا۔ اس جگہ کے دیتے ہی کمرے میں سائیں سائیں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ گرے نے سوپنج پورڈ اپنی جگہ پر جمایا اور پھر کمرے کے درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد کمرے داییں طرف اوپر اٹھنے لگا۔ اور چند لمحوں بعد اچانک ایک جھٹکے سے رک گیا۔ اور گرے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ برآمدے میں تھا یہ برآمدہ کسی اور کوٹھی کا تھا۔ برآمدے کے باہر ایک کار موجود تھی۔ گرے کار میں بیٹھا اور کوٹھی سے باہر نکل گیا۔



کوٹھی خالی معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اب سب اندر آجائیں  
مگر اس کے باوجود چوکنے رہیں۔  
اور چند لمحوں بعد وہ چاروں جولیا کے پاس پہنچ گئے۔ احتیاط  
کے پیش نظر وہ سب کے سب ایک دوسرے سے بچ کر عمارت کی  
طرف بڑھے۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ سب اکٹھے ہو گئے۔  
کوٹھی واقعی خالی ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے عین کن سیدھی کرتے  
ہوئے کہا۔

اور پھر وہ سب ایک دروازہ کھول کر کمرے کے اندر داخل ہو  
گئے۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بال کمرے میں پہنچ  
گئے۔ اب انہیں مکمل طور پر یقین ہو چکا تھا کہ کوٹھی میں کوئی بھی  
آدم زاد موجود نہیں ہے۔ البتہ کوٹھی میں فرنیچر اسی طرح موجود تھا  
ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں موجود لوگ ابھی ابھی اٹھ کر باہر چلے  
گئے ہوں۔

جولیا نے جیب سے بی فور کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ  
کر کے اس نے بین دیا۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ کیپٹن تشکیل۔۔۔۔۔ کس پوزیشن میں ہو۔ رپورٹ  
دو۔۔۔۔۔ اور“۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”میں اور تنویر سرنگ میں داخل ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ سب کچھ خالی  
پڑا ہوا ہے۔۔۔۔۔ کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور“۔۔۔۔۔ دوسری  
طرف سے کیپٹن تشکیل کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کوٹھی قلعی خالی ہے۔ ہم درمیانی بڑے بال

جو لیا کی ہدایت پر سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ٹھہروں  
کے ہیڈ کوارٹر کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ کیپٹن تشکیل اور تنویر نے  
کوٹھی کے اندر جانے کے لئے سرنگ کا راستہ منتخب کیا۔

جولیا۔ صفدر، نعمانی، صدیقی اور چوہان نے سامنے کے  
درج سے کوٹھی میں داخلے کا پروگرام بنایا۔ وہ سب پوری طرح مسلح  
اور چوکنے تھے۔ مگر کوٹھی انہیں خالی خالی سی محسوس ہو رہی تھی  
اس کے باوجود احتیاط کے پیش نظر جولیا پہلے خود کوٹھی میں داخل  
ہوئی۔ کوٹھی کا پچھلک کھلا ہوا تھا۔ جولیا نے کوٹھی کے اندر داخل  
ہو کر بڑی احتیاط سے ماحول کا جائزہ لیا۔

اور جب اسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ کوٹھی واقعی خالی ہے  
تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بی فور ٹرانسمیٹر نکالا اور اس  
کی ماڈ کیپٹن کر کہا۔



میں موجود ہیں۔ تم بھی وہیں آ جاؤ۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ کوٹھی کی تلاشی لے کر باس کو رپورٹ دے دی جائے اور اینڈ آل۔۔۔ جو لیا نے اسے ہدایت دی اور بیٹن و باکر ٹرانسمیٹر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ بڑے مطمئن انداز میں کھڑے تھے۔ تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا تو کیپٹن شکیل اور تنویر اندر آ گئے۔

”یہاں تو واقعی کچھ بھی نہیں“۔ کیپٹن شکیل نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب سب لوگ مختلف کمروں میں بکھر کر تلاشی شروع کرو اور کوشش کرو کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے ملزموں کا کیو مل سکے“ جو لیا نے تلاشی کا حکم دیتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ کوئی جو لیا کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک کمرے میں ایک تیز سرسراہٹ کی آواز گونجی اور دوسرے لمحے وہ سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہال میں موجود چار دروازوں پر آہنی چادریں گر گئیں اور پھر دوسری حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ اچانک ان کے ہاتھوں کو زلزلہ جھٹکے اور ان کے ہاتھوں میں پھڑسی ہوئی شین گئیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر اڑتی ہوئی چھت کے ساتھ جا کر چپٹ گئیں۔

وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چھت پر بھی آہنی چادریں چڑھ گئی تھیں۔ اور اس میں بجلی کی طرح کی لہریں کوند رہی تھیں۔ اب وہ خالی ہاتھ حیران پریشان کھڑے تھے۔

ابھی وہ اس اچانک افتاد پر سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اچانک

بے کی دیوار ایک طرف سے پھٹتی اور دوسرے لمحے اس میں سے بایسا انسان اندر داخل ہوا جو اپنے قد و قامت اور جسم کے پھیلاؤ اور جسم کے کھانٹ کا دیو معلوم ہو رہا تھا۔ اتنا زیادہ جسم ہونے کے بعد اس کا جسم بے حد سڈول اور طاقتور نظر آ رہا تھا۔

”ہیلو دوستو۔۔۔ گاڑیلا تمہارے سامنے ہے اور تمہیں مجھے دیکھ ہی اندازہ کر لینا چاہیے کہ اب تمہاری مزید جدوجہد فضول ہوگی۔“

بے نے بہتر سے بے کر اپنے ہاتھ اٹھا کر پھلی دیوار کی طرف منہ کر لیا۔

گاڑیلا نے زہریلے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اگر ہم ایسا نہ کریں تو۔۔۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”تو پھر اپنے انجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ مجھے صوف اپنے ہاتھوں

معمولی سی تکلیف دینا پڑے گی اور تم سب کے جسم و حصوں میں تقسیم

کر رہ جائیں گے۔“ گاڑیلا نے بھیاںک اور کرخت لہجے میں جواب دیا۔

ویسے یہ سنی بھی حقیقت۔ گاڑیلا واقعی ایک دیو معلوم ہو رہا تھا۔

کیپٹن شکیل، صفدر، تنویر اور ان کے دوسرے ساتھی کافی قدر

ہمت اور اچھے جسم کے مالک تھے مگر گاڑیلا کے سامنے وہ بھی بچے

معلوم ہو رہے تھے۔

اچانک صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں موجود رلیو الور

بائرنکال دیا۔ مگر جیسے ہی رلیو الور اس کے ہاتھ میں آیا اس کے ہاتھ

کو زبردست جھٹکا لگا اور رلیو الور بھی شین گن کی طرح اس کے ہاتھ سے

نکل کر چھت سے جا کر چپٹ گیا۔

”فضول کوشش ہے۔۔۔“ تم سب کی جیبوں میں رلیو الور



اور خنجر وغیرہ موجود ہیں۔ مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ چھت کی پلا میں ایسی لہریں دوڑ رہی ہیں کہ جس وقت بھی ان ہتھیاروں کو ہاتھ لگے وہ اسے اپنی طرف کھینچ لیں گی۔ اس لئے تم ان ہتھیاروں کو استعمال نہیں کر سکتے۔ گاڑ ڈیلانے بڑے اطمینان بھرے لمحے میں انہیں سمجھاتے ہوئے کہا

مگر دوسرے لمحے اس کے قریب کھڑے تنویر سے اس کی یہ خود اعتمادی اور طنز لہجہ برداشت نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے اپنا ہتھکڑی گاڑ ڈیل پر پوری قوت سے فلائنگ کلک لگا دی۔ گو تنویر جسمانی طور سے ان سب سے زیادہ قوی ہو گیا تھا۔ اور اس نے فلائنگ کلک بھی پوری قوت سے لگائی تھی۔ مگر گاڑ ڈیل کو شاید اتنا بھی محسوس نہیں ہوا جتنا کسی کے جسم پر پھول کی پت پڑتی ہے۔ اتنا تنویر سر کے بل فرش پر جا پڑا۔ گاڑ ڈیل کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

دوسرے لمحے گاڑ ڈیل اپنا کلک اتہائی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اس نے برقی کی سی تیزی سے اٹھتے ہوئے تنویر کی گردن پھل لی اور تنویر اس کے ہاتھوں میں کسی کیچنے کی طرح لٹکتا پلا گیا۔

اور جیسے ہی گاڑ ڈیل نے تنویر کو اٹھایا۔ اس کے منہ سے کھی کھی کی بھینک اور کرخت آوازیں نکلتی لگیں۔ اس نے تنویر کو سامنے والی دیوار کی طرف اٹھانے کے لئے اپنے ہاتھ کو بھلیا یا ہی تھا کہ صند اور کیپشن تشکیل دونوں نے اس پر پھلانگیں لگا دیں۔

کیپشن تشکیل نے اچھل کر پوری قوت سے اس کے دائیں پہلو پر سر کی ٹکرائی اور صند نے اس کے پیٹ پر۔ مگر گاڑ ڈیل کا جسم

شاید فولاد کا بنا ہوا تھا۔ وہ بدستور کھڑا رہا۔ اس کے منہ سے خوفناک قہقہے نکل رہے تھے۔ اور صند اور کیپشن تشکیل دونوں اپنا سامنے کے سر رہ گئے۔ ان کی ٹکڑوں کا گاڑ ڈیل پر ہلکا سا اثر بھی نہیں ہوا تھا۔

گاڑ ڈیل واقعی فولادی آدمی تھا۔ اور تنویر گاڑ ڈیل کے ہاتھ میں ہی ڈھیل پڑ چکا تھا۔ گاڑ ڈیل کی گرفت ہی اتنی سخت تھی کہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ گاڑ ڈیل نے بھی تنویر کی بے ہوشی کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے جھٹکا دے کر تنویر کو دوڑ پھینک دیا۔ اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ کیپشن تشکیل اور صند کی طرف پھیلانے۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ان میں سے کسی کو پکڑتا۔ نعمانی، صدیقی اور بان تیزی سے اس پر بیڑہ دوڑے اور انہوں نے مسلسل اس کا پیٹ اور پیلوں پر ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔

اسی لمحے گاڑ ڈیل نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور پھر اس کا بھرپور قہقہہ صدیقی کے منہ پر پڑا۔ اور صدیقی کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا اس کے درال کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور نیچے گر کر ساکت ہو گیا۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

گاڑ ڈیل نے بڑی پھرتی سے گھوم کر چوہان کا بازو پکڑ لیا اور ایک جھٹکا دے کر دوڑ پھینک دیا۔ چوہان کے منہ سے دردناک چیخ نکلی اور وہ اپنا بازو پکڑ کر فرشتے پر ترپنے لگا۔ شاید اس کا بازو کندھے سے نکل گیا تھا۔

کیپشن تشکیل، صند، نعمانی اب اس سے دور کھڑے ہو گئے۔



ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دیو سے کس طرح پٹا جاسے۔  
 ”آؤ۔۔۔ آؤ دوستو۔۔۔ تم بھی طاقت آزمائو“ گاڑڈیلا  
 انہیں پڑاتے ہوئے کہا۔

مگر وہ تینوں اب سمجھ چکے تھے کہ طاقت سے اس دیو کو تسخیر کرنا  
 ناممکن ہے۔ اس لئے کوئی اور طریقہ استعمال کرنا پڑے گا۔ مگر ایسا  
 طریقہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ایچانک کیپٹن شکیل کی سمجھ میں ایک ترکیب آگئی۔ اس نے بڑی جلدی  
 سے جیب سے رمال نکالا اور پھر رمال کو ہاتھ پر اچھی طرح پھیٹ کر  
 اس نے جیب سے ریو اور نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور شاید رمال  
 گاڑڈیلا کی سمجھ میں بھی آگئی۔ اس نے ایچانک اپنی جگہ سے ہچلا نکلا  
 اور پھر وہ کیپٹن شکیل کو وہ دمک رنگیدتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل کو یوں محسوس  
 ہوا جیسے کوئی پہاڑ سر پر آگرا ہو۔ اور پھر گاڑڈیلا نے پوری قوت سے  
 دھکا دے کر کیپٹن شکیل کو دیوار کے ساتھ ٹکرا دیا۔

اور پھر وہ پھرتی سے مڑا اور اپنے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے  
 کیپٹن شکیل کو کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر صدیقی پر دے مارا کیونکہ  
 صدیقی بھی کیپٹن شکیل کی ترکیب پر عمل کرنے والا تھا۔

صفدر اپنا ریو اور پہلے ہی اڑا چکا تھا۔ مگر جو لیا کہ پاس ریو  
 موجود تھا۔ اور اب تک جو لیا نا موش کھڑی قماش دیکھتی رہی تھی۔ مگر اب  
 اس نے بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریو اور نکالنا چاہا۔ مگر شاید جلدی  
 میں وہ صفدر کے ریو اور کا حشر بھول گئی تھی۔ چنانچہ اس نے جیسے  
 ہی ریو اور باہر نکالا۔ ریو اور ایک جھکے سے اس کے ہاتھ سے نکل کر

چھت سے جا چڑھا۔ اور اسی لمحے جو لیا کو بھی خیال آیا کہ اس نے خواہ مخواہ  
 اپنا نقصان کیا۔

گاڑڈیلا اتنا طاقت ور ہونے کے باوجود حیرت انگیز حد تک پھرتیلا  
 ثابت ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے جو لیا کی طرف لپکا اور صفدر نے اس کا  
 پیچھا کرنا چاہا۔ گاڑڈیلا ایچانک پٹا اور اس کی لات گھومتی ہوئی صفدر  
 سے ٹکرائی اور صفدر فرش پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ گاڑڈیلا نے جھپٹ کر فرش  
 سے اٹھتے ہوئے صفدر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور پھر اسے اپنے  
 سر پر گھماتے ہوئے کیپٹن شکیل اور صدیقی پر دے مارا۔

اس کے بعد گاڑڈیلا نے ان تینوں کو چھاپ لیا۔ اور پھر اس  
 نے ان تینوں کی کہنیوں کو اپنی ایک انگلی اور انگوٹھے سے آمسہ سے  
 دایا اور وہ تینوں بے ہوش ہو گئے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا تھا  
 جیسے ان کے دماغ کو کسی آہنی پلاس میں جکڑ کر دبا دیا گیا ہو۔

اب کمرے میں صرف جو لیا رہ گئی تھی۔ گاڑڈیلا اسے بڑی تیکھی  
 نظروں سے دیکھنے لگا۔ جو لیا کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ پوری سیکرٹ  
 محسوس کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ اس لئے اس نے ہاتھ  
 اٹھانے میں ہی عافیت سمجھی۔ وہ بھلا کیلی اس دیو زاد کا کیسے مقابلہ  
 کر سکتی تھی۔

”شبابا شس۔۔۔ میری گریا۔۔۔ تم بے حد عقلمند ہو۔ اگر  
 اس نے مجھے روکا ہوتا تو تم میری طاقت کا مزید مظاہرہ دیکھتیں۔  
 میں ان جسموں کے ہزاروں ٹکڑے کر چکا ہوتا۔ مگر پاس کے حکم کی وجہ  
 سے مجبور ہوں۔ اچھا۔۔۔ خیر۔۔۔“ گاڑڈیلا نے زہریلی آہنسی



منٹے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا جویا کے قریب آیا۔ جویا بے تحس و حرکت کھڑی تھی۔  
 "خوبصورت لڑکی ہو۔۔۔ مگر میرے کس کام کی؟" گنا ڈیلانے اس کے قریب آکر کہا۔

دوسرے لمحے اس کا ہاتھ گھوما اور جویا غریب مری ہوئی پھینکی کی طرح ٹپ سے فرش پر گر گئی اور بے ہوش ہو گئی۔  
 "ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ گنا ڈیلانے سے مقابلہ کرنے نکلے تھے۔ بزدل جو ہے۔" گنا ڈیلانے طنزیہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کونے کی طرف بڑھا جہاں سے دیوار سمٹی تھی۔ اور وہ اندر آیا تھا۔ دیوار کے قریب آکر اس نے زور سے تالی بجائی۔ اس کی تالی کی خوفناک آواز کمرے میں گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی دیوار ایک بار پھر سمٹ گئی اور ایک قوی سیکل نو جوان اندر داخل ہوا۔

"مائیکل۔۔۔ میٹ سسٹم ختم کر دو اور دروازے کھول دو۔ جو بے ختم ہو گئے ہیں۔" گنا ڈیلانے نو جوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور نو جوان تیزی سے خلا میں گھوم گیا۔

چند لمحوں بعد ایک تیز سرسراہٹ سے دروازوں پر پڑی ہوئی آہنی چادریں اوپر اٹھتی چلی گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی گونج پیدا ہوئی۔ اور چھت کی چادریں کوندنے والی بجلیاں بھی غائب ہو گئیں۔ اور شین گئیں اور دیوار پر پگھے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے فرش پر آگے اور چھت کی چادر بھی چند لمحوں بعد غائب ہو گئی۔ اب وہ ایک

نام سا کمرہ تھا۔  
 اس کے ساتھ ہی دروازے کھل گئے اور پانچ قوی سیکل نو جوان شین گئیں اٹھائے اندر داخل ہوئے۔  
 "اسلمیٹ نو اور یہ ہیں ٹھیک۔۔۔ اگر کسی کو ہوش آنے لگے تو کھوپڑی چھڑ دینا۔۔۔ میں باس کو کال کرنے جا رہا ہوں۔" گنا ڈیلانے حکمانہ لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بال سے باہر چلا گیا۔



اسکیپ گروے کا نام معلوم ہوتے ہی عمران کا ذہن آندھیوں کی لہروں میں آ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیپٹن شکیل نے علیہ ٹھیک بتلایا ہے۔ اور یہ وہی گروے ہے تو پھر پوری سیکرٹ سروس کا حشر ہو جانا ہے۔ ایک گروے خوفناک حد تک ظالم پالاک اور عیار میرم ہے۔ اس نے کوئی چھوڑ کر فرار ہونے کی بجائے حملہ آوروں کو ٹھکانے لگانے کا بددگرام بنانا ہے۔

اور عمران کو معلوم تھا کہ اس کے ساتھ ہی گروے کی عیاریوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے فوری طور پر اس نے خود وہاں پہنچنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کی کار پوری رفتار سے گروے کے ہیڈ کوارٹر



کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ جلد ہی وہ اس کو تھکی کے قریب پہنچ گیا جس کی نشاندہی کیپٹن شکیل نے کی تھی۔ تھوڑی سی دور پہلے اس نے کار پوری رفتار پر روک دی۔ اور پھر گھومتا ہوا کو تھکی کے عقب میں آگیا۔ کو تھکی کی دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اس نے عمران انہیں بغیر کسی دھماکے کے چلا لگ گیا۔ کو تھکی کے اندر ہوا کا عالم طاری تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کو تھکی میں کوئی فسی ریح موجود نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود اس کی جتنی حس کہہ رہی تھی کہ اندر کوئی گڑ بڑ ہے۔

چنانچہ دیوار پچاند کر وہ ریگتا ہوا اصل عمارت کی طرف تیزی سے بڑھتا اور پھر جیسے ہی وہ برآمدے کا موڑ مڑا وہ ایک کونے میں ٹھٹھک گیا۔ اس نے تین قوی بیکل نوجوانوں کو ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے برآمدے میں پسرو دیتے دیکھا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر دیوار نکال لیا۔ اور وہ مری جیب سے سائیکس کال کر تیزی سے اس پر فٹ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ حیران بھی ہو رہا تھا۔ کہ اس کے تمام ساتھی آخر کہاں چلے گئے ہیں۔ یا تو وہ ابھی پہنچے نہیں یا پھر وہ پھنس چکے ہیں جن وقت عمران نے دیوار پر سائیکس لگا کر اس کا رخ ان لوگوں کی طرف کیا۔ اسی لمحے وہ تیزی سے برآمدے کے کونے والے کمرے میں چلے گئے۔ اور اب برآمدہ خالی پڑا تھا۔

عمران انتظار کرنے لگا کہ شاید وہ دوبارہ برآمدے میں آئیں۔ مگر جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی واپس نہ آیا تو عمران بڑے محتاط انداز میں برآمدے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر وہ اس کونے والے

کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ بد نظروہ تینوں گئے تھے مگر کمرہ خالی تھا۔ البتہ سامنے والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس سے ایک گیلری صاف نظر آرہی تھی۔

عمران دبے دبے قدموں اس دروازے کی طرف بڑھا اور اسی لمحے اسے دور سے تیز سرسراہٹ کی آوازیں گونجتی سنائی دیں۔ آوازوں سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے نولادی چادریں گر رہی ہوں اس نے گیلری میں جھانکا تو اسے گیلری کے آخری کونے پر چار نوجوان شین گنیں اٹھائے کھڑے نظر آ گئے۔ وہ اپنے سامنے موجود ہندو دروازے کو گھور رہے تھے۔

چند لمحوں بعد گیلری کے موڑ سے ایک قوی میکل نوجوان گیلری میں آیا اور وہ بھی دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی وہ دروازہ کھل گیا اور پانچوں دروازے میں داخل ہو گئے ان کے اندر جاتے ہی عمران بھی تیزی سے کمرے سے نکل کر گیلری میں آگیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر ابھی وہ دروازے سے کافی دور تھا کہ اچانک ایک دیو قامت آدمی دروازے سے باہر نکلا۔ اور اب عمران کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ دیوار کے ساتھ چمٹ جائے۔ چنانچہ وہ دیوار کے ساتھ چمٹ کبے حس و حرکت ہو گیا۔ مگر وہ دیو قامت تیزی سے مڑ کر گیلری کے دوسری طرف بڑھنے لگا۔ جدھر سے وہ پانچواں آدمی آیا تھا۔ اس کی نظریں عمران پر پڑی ہی نہیں تھیں۔ عمران اس کی



قد و قامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ شخص کو فی دیو معلوم ہو رہا تھا اتنی بھاری بھر کم جسامت کا مالک ہونے کے باوجود اس کی چال میں بے حد پھرتی تھی۔ اس لئے چند ہی لمحوں میں وہ گیلری کا موڑ مڑ کر اسکی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اب عمران نے پہلے سے زیادہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ٹکا اور پھر اس نے سر آگے کر کے کھلے دروازے کے اندر بھاگنا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ دروازے سے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو فرش پر پڑے ہوئے صاف دیکھ لیا تھا۔ جس انداز سے وہ بچھے پڑے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اول تو وہ سب ختم ہو چکے ہیں، ورنہ کم از کم بے ہوش ضرور ہیں۔

ایک مسلح آدمی اسے دروازے کے بالکل سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ عمران نے ریو اور سیدھا کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹھک کی آواز ملکی اور وہ آدمی منہ کے بل فرش پر گر گیا۔

عمران اچھل کر دروازے کے اندر داخل ہو گیا اور پھر اس نے اتنی تیزی سے ٹریگر دبائے کہ اس سے پہلے کہ اندر موجود آدمی سمجھتے باقی تین آدمی اس کی گولیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ پانچویں نے بڑھی پھرتی سے اس پر شلین گن کا فائر کھول دیا۔ مگر عمران اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور پھر اس کی پانچویں گولی نے اس آدمی کو فائر کرنے کے قابل ہی نہ رکھا۔

ان پانچوں کے مرتے ہی عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا اور اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ وہ مرے نہیں تھے بلکہ بیہوش تھے۔ اب عمران کے پاس انہیں ہوش میں لے آنے کا واحد طریقہ یہی تھا کہ وہ ان کے چہروں پر تھپڑوں کی بارش شروع کر دے۔

چنانچہ یہی ہوا۔ عمران کے زوردار تھپڑ جس کے چہرے پر بھی پڑے وہ فوراً ہی ہوش میں آ گیا۔ اور تقریباً دس منٹ کے وقفے میں وہ اپنے سب ساتھیوں کو ہوش میں لا چکا تھا۔

پھر عذر اور کیپٹن شکیل نے اسے گاڑ ڈیلا کے متعلق بتلایا۔ اس سے پہلے کہ عمران کو فی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے وہ دیو زاد گاڑ ڈیلا کمرے میں داخل ہوا۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی شعلہ بار آنکھوں میں شدید حیرت انگیزی تھی۔ جب اس نے اپنے تمام آدمیوں کو مڑوہ اور بے ہوشش آدمیوں کو ہوش میں دیکھا۔

اسے اندر آتا دیکھ کر سیکرٹ سروس کے تمام ممبران نے وہاں ہنسے ہوئے ہتھیار سنبھالے اور ان کا رخ گاڑ ڈیلا کی طرف کر دیا۔ وہ شاید گاڑ ڈیلا سے انتقام لینے کے لئے بے قرار تھے مگر عمران نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا اور گاڑ ڈیلا سے مطالب ہو کر کہا۔

”گاڑ ڈیلا۔۔۔ شاید تمہیں یاد ہو۔۔۔ آج سے بیس اکیس سال پہلے ہر منی میں ہر ویس شو کام اور میں تمہارے مقابلے پر گئے تھے اور تمہیں جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا۔ مگر اس وقت تم اتنے قد و قامت کے



مالک نہیں تھے۔ اب ایک بار پھر تم اور تمہارا باس اسکیپ گرے میرے مقابلے پر آئے ہو۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ یہاں سے تم اپنی باتیں سلامت نہیں لے جا سکتے۔“ عمران نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

گازڈیلا اب قدرے مطمئن نظر آ رہا تھا شاید حیرت کے پہلے دھچکے سے وہ گزر چکا تھا۔ اس نے آنکھیں سکڑ کر عمران کو بغور دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

”اوم۔۔۔ مجھے یاد آ گیا۔۔۔ تم وہی لونڈے ہو جو پروفیسر شوکام کے ساتھ کام کرتے تھے۔ شاید تمہارا نام عمران ہے۔ اس وقت حالات ہی ایسے ہو گئے کہ ہمیں بھاگنا پڑا۔ مگر تمہیں شاید پروفیسر شوکام کے انجام کے متعلق معلوم نہیں ہے۔ میں نے اس سے ایسا خوفناک انتقام دیا تھا کہ اس کی روح صدیوں تک تڑپتی رہے گی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی ہڈیاں توڑ دی تھیں اور اپنے دانتوں سے اس کا گوشت بھیسٹا تھا۔ تم ہمیں کہیں نہ ملے۔۔۔ پلو اچھا ہوا اب تم ٹھکرا گئے ہو۔ اب ہم اپنا انتقام پورا کر لیں گے۔ گازڈیلا کے لہجے میں المیہ کی جھکیاں نمایاں تھیں۔ جیسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی اس کی نظر میں پردہ گاہ کی بھی حیثیت نہ ہو۔

”یہ تمہاری بھول ہے گازڈیلا۔۔۔ تم چاہتے تھے بھی طاقت ور ہو۔۔۔ مگر میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری ہڈیاں توڑ سکتا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اگر تمہیں اپنی طاقت پر اتنا ہی گمنڈ ہوتا تو تم اور تمہارے ساتھیوں نے یہ لوہے کے گھلو لے نہ سنبھالے ہوئے ہوتے دیکھو

مجھے میں خالی ہاتھ کھڑا ہوں۔“ گازڈیلا نے بڑے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

”تم ٹھکر نہ کرو گازڈیلا۔۔۔ تمہیں آتشیں اسلحہ سے ختم نہیں کیا جائے گا۔“ عمران نے جواب دیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا ریولور صدر کی طرف اچھال دیا۔

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ عمران صاحب یہ دیوناؤ بنیں آتشیں اسلحہ کے ختم نہیں ہو گا۔ آپ آگے سے ہٹ جائیں۔“ یہ بھی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیتے ہیں۔“ صدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم اس کے اور میرے درمیان مت آؤ۔ میرا اور اس کا حساب بڑا پرانا چل رہا ہے۔۔۔ پروفیسر شوکام میرا بہترین استاد تھا اور اس نے جس انداز میں میرے استاد کو ختم کیا۔ میں اس سے زیادہ بھیانک انداز میں اسے ختم کروں گا تاکہ میرے استاد کی روح مطمئن ہو سکے۔“ عمران نے جذباتی انداز میں کہا۔

”ہی۔۔۔ ہی۔۔۔ ہی۔۔۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شور۔“ گازڈیلا نے اسے اور زیادہ چڑایا۔

”تم صوب لوگ کمرے سے باہر نکل جاؤ اور کوٹھی میں پہرہ دو کسی کو اس کمرے میں مت آنے دینا۔۔۔ میں گازڈیلا کو بتاتا ہوں کہ پدی کیا ہوتی ہے اور ہاتھی کا شور بہ کیسے بنتا ہے۔“ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران صاحب۔۔۔ یہ جذبات میں آنے کا وقت نہیں ہے۔



آپ کتنے بھی طاقت ور ہوں مگر اس دیو سے نہیں جیت سکتے ہم سب مل کر کوشش کر چکے ہیں۔ کیپٹن ٹکیل نے عمران کو سمجھائے ہوئے کہا۔ وہ سب محسوس کر چکے تھے کہ عمران جذبات میں آکر اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رہا ہے۔

”تم نے ابھی عمران کو دیکھا ہی نہیں ورنہ — بہر حال وقت مت ضائع کرو — اگر تم متاثر نہ دیکھنا ہی چاہتے ہو تو پھر بال سے باہر نکل کر دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس کے سامنے ایک ایک کر کے بال سے باہر نکل گئے۔ البتہ جویا اور چوہان وہیں کھڑے رہے۔ چوہان اپنا بازو پکڑے ہوئے تھا۔ باقی ساتھی بھی بال کے مختلف دروازوں پر جم گئے۔ ان کا خیال تھا کہ عمران کو ان کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

”تم بہت جیالے اور جذباتی فوجی ہو — مجھے تمہاری یہ بہت پسند آتی ہے۔ اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بھی ایک موت نہیں ماروں گا۔“ گارڈیل نے اپنے جسم کو سیدھا کرتے ہوئے رحم بھرے لہجے میں کہا۔

”وقت مت ضائع کرو گارڈیل — میں تمہارے پاس کو جلد از جلد تمہاری لاش کا تھ بھینا چاہتا ہوں۔ عمران نے کراہت لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے وہ بکلی کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے گارڈیل کے چہرے پر پڑے۔ گارڈیل کا سر

ایک جھٹکا کھا کر رہ گیا۔ اور عمران دوسرا وار کرنے کے لئے سیدھا ہو گیا۔ مگر گارڈیل نے بڑی پھرتی سے قدم آگے بڑھایا اور دوسرے لمحے اس کا دایاں فولادی بازو پوری قوت سے حرکت میں آیا۔

عمران نے اس کے وار سے بچنے کے لئے اپنے جسم کو بائیں طرف سمیٹا مگر گارڈیل صرف قدم و قدامت ہی نہیں رکھتا تھا بلکہ لڑائی پھرائی کے فن میں بھی طاق تھا کیونکہ اس نے دائیں بازو کو حرکت دے کر بائیں ہاتھ کا بھرپور تھپڑ عمران کے چہرے پر مارا۔ اور عمران اچھل کر دو فٹ دور جا گیا۔ یہ عمران ہی تھا کہ اس کا تھپڑ کھا کر صرف دو فٹ دور گرا تھا۔ اگر عمران کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کے لئے یہ تھپڑ کافی ہوتا۔

یہ گئے گئے ہی عمران پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ جل اٹھے تھے۔ چنانچہ اٹھتے ہی اس نے تیزی سے بہت لگائی اور پھر اس کا ہلکا پھلکا جسم فضا میں تیرتا ہوا گارڈیل کی طرف بھاگا۔

گارڈیل نے اسے روکنے کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے مگر عمران نے اس کے قریب آتے ہی اپنے جسم کو سیکڑا اور پھر وہ بکلی کے کوندے کی طرح لپکتا ہوا اس کے سر کی دائیں سائیڈ سے ہوتا ہوا اس کی پشت پر جا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گارڈیل کے حلق سے ایک خوفناک اور کوبہرہ کیانکی — عمران اس دوران اپنا کام دکھا چکا تھا۔ اس کی فولادی انگلی نے گارڈیل کی آنکھ باہر نکال دی تھی۔ اور گارڈیل کی اس آنکھ سے خون اور مواد بہنا شروع ہو گیا۔ عمران اس کی پشت پر گرتے ہی ایک بار پھر



اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

گاز ڈیلا پیچھے مارتے ہی تیزی سے پلٹا اور پھر مست مانتھی کی طرح عمران پر پل پڑا۔ عمران جہاں موجود تھا۔ وہاں قریب ہی دیوار تھی اور شاید گاز ڈیلا کا خیال تھا کہ وہ عمران کو اپنے اور دیوار کے درمیان دبا کر چوڑی کی طرح مسل دے گا۔ مگر عمران اس کے تصور سے بھی کہیں زیادہ پھرتیلا تھا۔ چنانچہ گاز ڈیلا جیسے ہی جوشش کی شدت میں اس کی طرف بڑھا وہ دیوار کی طرف ہستا چلا گیا۔ اور گاز ڈیلا اپنی ترکیب کو کامیاب ہوتے دیکھ کر اور بھی جوشش میں آگیا۔

اور پھر جیسے ہی گاز ڈیلا دیوار کے قریب پہنچا۔ عمران یکدم نیچے بیٹھ گیا۔ اور گاز ڈیلا ایک دھماکے سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔

گو اس نے اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے عمران نے پوری قوت سے اپنا سرا اس کے پیٹ میں مار دیا اور گاز ڈیلا جو اپنے آپ کو روکنے کی کوشش میں تھا اس ٹکڑے سہارہ سکا اور ایک دھماکے سے پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ اور اسی لمحے عمران نے اپنی ہنڈلی سے بندھا ہوا خنجر کھینچا اور ہرق کی تیزی سے اس کا خنجر فرش پر گرے ہوئے گاز ڈیلا کی ٹاٹ کے نیچے گھستا چلا گیا۔ گاز ڈیلا نے ایک ہولناک چیخ ماری اور پھر جنوں کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا۔

مگر اتنی دیر میں عمران کا خنجر تقریباً پانچ بار اس کے پہلوؤں کو چھید چکا تھا۔ اور اب وہ جنوں کے عالم میں عمران کو پھٹنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ ویسے یہ بات عمران بھی جانتا تھا کہ اگر ایسا

گاز ڈیلا کے قبضے میں آگیا تو پھر اس کی ایک بھی ہڈی سلامت نہیں رہتی۔ مگر اس کا چکر لگا کر عمران پھر اسی جگہ آگیا جہاں گاز ڈیلا کا خون بہتی مقدار میں فرش پر موجود تھا۔

اس نے اپنے پیر خون سے بچا کر فرش پر رکھے اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اس کے پیچھے غصے کی شدت میں بھاگتا ہوا گاز ڈیلا جب اس کے پیچھے تو اس کے پیر اپنے ہی خون پر پڑے اور وہ پھسل کر ایک دھماکے سے منہ کے بل فرش پر آگرا۔

اسی لمحے عمران واپس پلٹا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو پوری قوت سے اس کی گردن کی پشت میں گھونپ دیا۔ عمران نے خنجر گھونپنے کے لئے عین اس جگہ کا نشانہ لیا جہاں اعصابی نظام کا مرکز قائم ہوتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دے کر خنجر کو واپس کھینچا تو وہ دھڑا دگاز ڈیلا بے حس و حرکت پڑا رہ گیا۔ اب اس کے حلق سے خون کی جھریاں نکل رہی تھیں۔ مگر وہ اپنے جسم کو حرکت دینے سے قاصر ہو گیا تھا۔ عمران نے اس کا بازو پکڑا اور پوری قوت لگا کر اس کو سیدھا کر دیا۔

اب بتاؤ گاز ڈیلا — تمہاری وہ طاقت اور غرور کہاں گیا۔ دیکھو میں نے اپنے وعدے کے مطابق تم پر آتشیں اسلحہ استعمال نہیں کیا۔ عمران نے بڑے طنز پر لبے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم بے حد کینے اور چالاک انسان ہو — میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میرے ساتھ ایسے حربے استعمال کرو گے۔“ گاز ڈیلا



نے پہلی بار شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔ اب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ عمران نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو توتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ اب میرا مرجانا ہی بہتر ہے۔۔۔ گاڑ ڈیلا شکست کو موت ہی چھپا سکتی ہے۔“ گاڑ ڈیلا نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”نہیں گاڑ ڈیلا۔۔۔ تمہاری موت سے میرا انتقام پورا نہیں ہوگا۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں بے بس انسان پر حملہ کرنا اپنی مردانگی کے خلاف سمجھتا ہوں۔۔۔ اس لئے میں جا رہا ہوں۔ اگر تمہاری موت سے پہلے تمہارا باس یہاں تک پہنچ جائے تو اسے بتا دینا کہ وہ عمران کے ملک میں اپنے ناپاک عزائم کو پورے نہیں کر سکے گا۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

بال کے باہر موجود اس کے ساتھی اپنی پہلی رائے پر بے حد شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ عمران ان کے تصورات سے کہیں بالا تھا۔ وہ سوش بھی نہیں سکتے تھے کہ عمران اتنی آسانی سے اس دیوانہ کو بے بس کر کے شکست دے دے گا۔

”چوہان۔۔۔ تم میرے ساتھ چلو۔۔۔ میں تمہیں ہاسٹل چھوڑتا جاؤں گا۔ اور باقی تم سب یہیں ٹھہر کر کوٹھی کی مکمل تلاشی لو۔ اگر کوئی ایسی چیز مل جائے جو تمہاری نظر میں پیدا ہم ہو تو اسے اپنے ساتھ لے لینا۔ ورنہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع مت کرنا۔“

دوسری بات یہ کہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر تلاشی ختم کر کے کوٹھی سے چلے جانا۔ مجسمے سے کوئی بید نہیں کہ وہ اپنی کسی کال کا جواب نہ پا کر پوری کوٹھی ہی اڑا دے۔ صندروں اور کیٹین شیکل کوٹھی کے پردے دیں گے۔ اگر مجرم یہاں آئیں تو خاموشی اور احتیاط سے ان کا تعاقب کرنا۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر چوہان اپنے ساتھ لئے کوٹھی سے باہر نکلتا چلا گیا۔



عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا۔۔۔

”سید زید نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔۔۔“ عمران صاحب شکر ہے۔۔۔ آپ بروقت پہنچ گئے۔“ یہ بھی سر سلطان کا ٹیلی فون آیا ہے۔۔۔ کہ پندرہ منٹ بعد میرا حکم ہو سس میں اعلیٰ حکام کی میٹنگ ہو رہی ہے اور سر سلطان نے آپ کے فوری طور پر وہاں پہنچنے پر بے حد زور دیا ہے۔۔۔ میں یہاں ہی رہا تھا کہ آپ سے کیسے رابطہ قائم کروں۔“ بلیک زید نے بڑے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ عمران نے سنجیدگی



میں نے شہزادہ کے ساتھ اُبھر کر سامنے آیا ہے اور سب جانتے ہیں  
 کہ اگر اس مسئلے کو غیر جانبدارانہ اور فوری طور پر حل نہ کیا گیا تو ملک میں  
 امن و امان قائم رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔ وزیراعظم صاحب نے اسی لئے  
 اس مسئلے کے فوری حل کے لئے قومی اسمبلی کا خصوصی اجلاس طلب کر لیا ہے  
 اور قومی اسمبلی اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے پوری رفتار سے کام کر رہی ہے۔  
 اس کے باوجود سب جانتے ہیں کہ آخری فیصلہ وزیراعظم کے  
 ہاتھ میں ہے۔ اس مینگ کے ہلانے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کے حل  
 کے لئے برونی اور اندرونی دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

جہاں تک یہ دینی دباؤ کا تعلق ہے۔۔۔ اس کا مقابلہ کر لے کیلئے  
وزیراعظم کی مادیہ ناز و ذہانت اور اصول پسندی ہی کافی ہے۔ مگر انڈیائی  
مذہب پر ایک اور خطرناک دباؤ سامنے آیا ہے۔۔۔ وہ یہ کہ کسی شخص  
نے وزیراعظم کو بیک میل کرنے کے لئے ان کی عمریاں جعلی تصاویر تیار  
کر کے وزیراعظم کو ارسال کیں اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر وزیراعظم  
صاحب نے ان کا مطالبہ منظور نہ کیا تو وہ یہ تصاویر ملکی اور غیر ملکی پریس  
پیش کر دے گا۔۔۔ اور اس طرح جہاں وزیراعظم صاحب کی  
ذاتی شہرت کو نقصان پہنچے گا۔ وہاں مجموعی طور پر ملکی عزت بھی داغدار ہو  
جاتی گی۔

اس سے پہلے جو مکہ بلیک میلر نے اپنا مطالبہ پیش نہیں کیا تھا،  
 اسے اسے مہولی سمجھ کر کہیں اتلی جس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ مگر اب  
 بلیک میلر کا مطالبہ سامنے آیا ہے تو اس کیس کا رخ یکسر بدل گیا  
 ہے۔ اور یہ بے حد اہم ہو گیا ہے۔ جس کا اگر فوری طور پر تدارک نہ کیا گیا

سے جواب دیا اور پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ ایکسٹو کا منہ  
لباس پہن سکے

مینگ شروع ہوئے سے چند لمحے پیشتر علم ان بحیثیت ایک  
مینگ میں داخل ہوا۔ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ ہاتھوں پر  
سفید دستاں اور سر پر سیاہ رنگ کا نقاب تھا۔ نقاب میں سے  
صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ مگر آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک مون  
تھی۔ جو عمران نے نقاب کے اندر سے ہی پہنی ہوئی تھی۔ سینے کے  
بائیں طرف سرخ رنگ کا پھول سا ————— اٹھارہ بیج لگا ہوا

جیسے ہی عمران مینگہ ہال میں داخل ہوا وہاں موجود تمام  
سرکاری آفیسرز اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران  
آہستہ سے سر ہلایا اور پھر اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا  
چند لمحوں بعد وزیراعظم مینگہ کی صدارت کے لئے ہال میں تشریف  
لے آئے اور ایک بار پھر سب لوگ ان کے استقبال کے لئے اٹھ  
کھڑے ہوئے۔ مگر عمران اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس نے صرف سر ہلایا  
پر اکتفا کیا۔

وزیر اعظم کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ انہوں نے  
کرسی پر بیٹھتے ہی سر سلطان کو کارروائی کے آغاز کا اشارہ کیا۔  
اور سر سلطان اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سب سے مخاطب ہو کر  
کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ آپ سب کو علم ہوگا۔ ہمارا ملک اس وقت ایک انتہائی تازک دور سے گزر رہا ہے۔ ————— لوگ سال پرانا ایک مذہبی مسئلے



تو ملک کو ناقابل تکافی نقصان پہنچے گا۔۔۔۔۔ سر سلطان نے تقریر کر کے  
ہوئے کہا۔

”وہ مطالبہ کیا ہے سر سلطان۔۔۔۔۔ سیکرٹری وزارت داخلہ  
سر طاہر نے ان کے خاموشی بولتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

بنیک میلر کی طرف سے جو مطالبہ سامنے آیا ہے۔ وہ یہ کہ وزیر اعظم  
قومی اسمبلی پر دباؤ ڈال کر اس نوے سالہ مذہبی مسئلہ کا فیصلہ اس مخصوص  
مذہبی اقلیتی گروہ کی مرضی کے مطابق کریں اور اس مذہبی گروہ کو اقلیت  
قرار نہ دیا جائے۔“

سر سلطان نے مطالبے کا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔  
ان کی بات سن کر سب لوگ چونک پڑے۔ عمران خود بھی مطالبے  
کی یہ نوعیت سن کر چونک پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گروے  
اس مشن کو لے کر آیا ہوگا۔

”تو کیا وزیر اعظم اس مطالبے کے خلاف فیصلہ کرنے والے ہیں۔“ طاہر  
سیکٹروس کے سربراہ کرنل ڈی نے سوال کیا۔

”آپ کا یہ سوال غلط ہے۔۔۔۔۔ ابھی مجھے خود معلوم نہیں کہ فیصلہ  
کیا ہوگا۔ بہر حال جمہوریت کے پیش نظر جو فیصلہ ملک کا قانون ساز  
ادارہ کرے گا مجھے وہی منظور ہوگا۔“ وزیر اعظم صاحب نے خود جواب  
دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا بنیک میلر کو مالا نہیں جاسکتا۔۔۔۔۔ ظاہر ہے جب تک  
قومی اسمبلی کا فیصلہ سامنے نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ بنیک میلر اپنی دھمکی پر  
عمل نہیں کر سکے گا۔“ ایک اور سیکرٹری نے اپنی تجویز پیش کی۔

قومی اسمبلی کا فیصلہ چند دنوں بعد سامنے آنے والا ہے۔ کیونکہ  
وزیر اعظم صاحب نے اس کے لئے تاریخ مقرر کر دی ہے۔ اس لئے  
اس فیصلے کے سامنے آنے سے پہلے اس بنیک میلر کی گرفتاری  
ضروری ہے۔۔۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس بنیک میلر نے  
قومی طور پر ہال یا نہ میں جواب طلب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ  
اس نے یہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر اس دھمکی کو نظر انداز کر دیا گیا تو  
وہ وزیر اعظم صاحب کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ اس کے  
لئے اس نے جلد عام میں صدر مملکت کی ٹوپی اتارنے کا حوالہ بھی دیا ہے  
اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس طرح وہ باآسانی اپنی دھمکی پر  
عمل پیرا ہو سکتا تھا۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

مگر اس سے پہلے تو وہ ٹوپی اپوزیشن لیڈر کے پاس سے ہاتھ  
ہوتی تھی۔ اس لیڈر کے بھائی نے اسے ہذر لیر ڈاک ارسال کیا تھا اس  
سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اپوزیشن مجرموں سے ملی ہوئی ہے۔ سر رحمان  
نے پہلی بار دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ہوا تو ایسے ہی تھا۔۔۔۔۔ مگر اس مسئلے کو ملکی حالات  
کے پیش نظر دبا دیا گیا تھا۔ مگر اب بنیک میلر کے حوالے سے یہ بات  
ظاہر ہو گئی ہے کہ ایسا اقدام صرف اپوزیشن اور حزب اقتدار کو آپس میں  
لانے کے لئے کیا گیا تھا۔ اگر اپوزیشن مجرم سے ملی ہوئی ہوتی تو مجرم  
کا مطالبہ یکسر مختلف ہوتا۔ کیونکہ اپوزیشن کا مطالبہ یہی ہے کہ اس مسئلے  
کا فیصلہ اکثریتی گروپ کے حق میں کیا جائے۔“

سیکرٹری داخلہ سر طاہر نے جواب دیا۔ اور میٹنگ میں موجود



ہر آدمی نے ان کی رائے کی حمایت میں سر ہلا دیا۔

اس بحث کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کا فیصلہ بغیر کسی دباؤ کے قطعی غیر جانبدارانہ اور جمہوری انداز میں ہونا چاہیے۔ قومی اسمبلی کے فیصلے کے مطابق معتبرہ تاریخ میں صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان چار دنوں کے اندر مجرم گرفتار ہونا چاہیے۔ اور ایسا ہونا ہر محنت پر ضروری ہے۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ اتنے قلیل وقت میں مجرم کو کیسے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے بحث کو بند کرتے ہوئے کہا۔

اب سب خاموش ہو گئے۔ کیونکہ کوئی بھی اتنی اہم ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔

جب کافی دیر تک کسی نے بھی جواب نہ دیا تو وزیر اعظم ایکسٹو سے مخاطب ہو کر بولے۔

”مسٹر ایکسٹو۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے اور سب ممبران چوبک کر ایکسٹو کو دیکھنے لگے۔

”یہ مسئلہ بے حد اہم اور فوری حل کا متقاضی ہے۔ آپ باقی ممبران سے پہلے پوچھ لیجئے۔ اس کے بعد میں اپنی رائے دوں گا۔“

عمران نے یاد قار لیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سرطاہر اور سر رحمان۔ کیا آپ کے ڈیپارٹمنٹ یہ ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں۔“ وزیر اعظم نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

جناب۔ اگر آپ کا حکم ہے تو ہم یہ کیس لینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ اس سلسلے میں ایکسٹو ہم سے زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں ایک فیصد ریسک ہی ملک کے لئے باقی رہا ہے۔ اور سیکرٹ سروس کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ ان کے میدان میں آنے کے بعد ایک فیصد ریسک بھی باقی نہیں رہے گا۔“

سر رحمان نے ایکسٹو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر باقی ممبران نے بھی باری باری ان کی تائید کر دی۔

”میں سر رحمان اور اپنے شیعے کے بارے میں اس سن ظن کا مشکوک ہوں۔ اور میں یہ ذمہ داری لینے پر تیار ہوں۔“ عمران نے بے باوقار لیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اس کی اس بات پر ممبران کے چہروں پر تو عمومی مگر وزیر اعظم کے چہرے پر خصوصی طور پر اطمینان بھری مسکراہٹ دوڑ گئی۔

ان کے چہرے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے کندھوں پر سے بک بک بہتا بوجھ اتر گیا ہو۔ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مجرم ان کی میدان سے کہیں پہلے گرفتار ہو جائے گا۔

اور سر سلطان کے بول پر بڑی پراسرار قسم کی مسکراہٹ رنگی رہی تھی۔ وہ شوش رہے تھے کہ اگر سر رحمان کو معلوم ہو جائے کہ جس مسئلے کے بارے میں کھلی محفل میں وہ یوں پسندیدہ خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ ایکسٹو دراصل ان کا نالائق بیٹا عمران ہی ہے تو سر رحمان پر کیا گزرے گی۔



”مسٹر ایکسٹو —! آپ چاہیں تو ملٹری سیکرٹ سروس اور انٹیلیجنس کا محکمہ بھی آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔“  
ملٹری سیکرٹ سروس کے چیف کرنل ڈی اور سر رحمان نے بیک وقت کہا۔

”نہیں جناب — مجھے آپ لوگوں کی امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی — اس لئے کہ میں پہلے سے اس کیس پر کام کر رہا ہوں اور مجرم بھی میرے سامنے ہے۔ اب صرف اس کی گردن میں آہستہ پھندہ کئے کی دیر ہے۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔  
اور اس کے اٹھٹھاف پر سب بڑی طرح چونک پڑے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کیس لینے سے پہلے ہی ایکسٹو مجرم کے معاملے میں اتنا آگے بڑھ چکا ہوگا۔

”مجرم کون ہے — کیا آپ بتلا میں گئے۔“ وزیر اعظم نے چونک کر پوچھا۔

”سوری سسر — یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ بہر حال آپ مطمئن رہیں — قومی اسمبلی کے فیصلے سے پہلے مجرم آپ کے سامنے ہوگا۔ ایکسٹو نے سخت لہجے میں جواب دیا اور وزیر اعظم نے کندھے اچکاتے ہوئے میننگ برخواست کرنے کا حکم دے دیا اور سب ممبر ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

کمرے میں تیز گھنٹی کی آواز گونجتے ہی گرے نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا بین دبا دیا۔ اور بین دیتے ہی کمرے کے سامنے والی دیوار درمیان میں سے کھلتی چلی گئی۔ اب وہاں وسیع دروازہ بن چکا تھا جس کے سیل کے پٹ بند تھے۔ دروازہ بند ہونے ہی گھنٹی کی آواز بند ہو گئی۔ گرے نے پہلے بین کے قریب لگا ہوا ایک اور بین دیا دیا اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا

دروازہ کھلتے ہی گرے یکدم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ تقریباً بارہ آدمی گاڑڈیلا کو اٹھائے اندر داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے بڑے موزوں انداز میں گاڑڈیلا کو فرسش پر لٹا دیا۔

گاڑڈیلا بے ہوش تھا اور اس کے جسم سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ گاڑڈیلا کا رنگ سرسول کے پھول کی طرح زرد ہو چکا تھا



”گاڑ ڈیلا کو کیا ہوا —“ گرے نے تیزی سے گاڑ ڈیلا کے قریب جاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”باس — جب ہم خفیہ راستے سے کوٹھی میں داخل ہوئے تو ہم نے مین آپریشن ہال میں گاڑ ڈیلا کے پانچ ساتھیوں کو مردہ اور گاڑ ڈیلا کو زخمی حالت میں پایا۔ گاڑ ڈیلا نے ہمیں حکم دیا کہ انہیں فوری طور پر آپ کے پاس لے آیا جائے۔ اس لئے ہم انہیں لئے ہوئے سیدھے آپ کے پاس آگئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے — فوراً ڈاکٹر آشکل کو بلاؤ — فوراً“ گرے نے غصے سے دباڑتے ہوئے کہا۔ اور ان میں سے ایک آدمی بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ تقریباً چار پانچ منٹ بعد وہ اپنے ساتھ ایک انتہائی بوڑھے آدمی کو لئے اندر داخل ہوا۔

”ڈاکٹر آشکل — دیکھو تمہارے گاڑ ڈیلا کا کیا حال ہے اگر تم اسے ٹھیک کر دو تو یقین رکھو میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ تمہاری سات پشتیں بھی اسے ختم نہیں کر سکیں گی۔“ گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس — آپ دولت کی بات نہ کریں — گاڑ ڈیلا میرا شاہکار ہے — میں نے تمام عمر کی ریشم کے بعد گاڑ ڈیلا کو اپنی ایجاد کردہ دوائیں دے کر سپر مین بنا دیا تھا۔ مگر اس کا کیا حال ہوا۔ میں ہر قیمت پر اسے بچاؤں گا۔“ بوڑھے ڈاکٹر نے جھک کر گاڑ ڈیلا کی نبض پکڑتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ سچو نکل پڑا۔

”باس — جلدی کریں — اسے میرے کمرے میں پہنچائیں۔“ اس کا فوری آپریشن ہو گا۔“ ڈاکٹر نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور گرے نے قریب کھڑے آدمیوں کو اسے لے جانے کا حکم دیا۔ اور چند لمحوں بعد دیوڑاؤ گاڑ ڈیلا ان آدمیوں کے ماتحتوں پر سوار کرے سے باہر نکل گیا۔

گرے اس کے باہر جاتے ہی تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا دوبارہ اپنی کرسی پر گر سا گیا۔ اس کے خوفناک چہرے پر شدید پریشانی اور الجھن کے تاثرات تھے۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ایسا کیسے ہو گیا۔

گاڑ ڈیلا بیک وقت پچاس آدمیوں پر بھاری تھا۔ پھر اس کا یہ حشر کس نے کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سوچا کہ اس بار اس کا مقابلہ کسی انتہائی خطرناک شخصیت سے ہے۔ اس لئے اسے بڑے محتاط انداز میں قدم اٹھانے چاہئیں۔ یہ سوچتے ہی اس نے میز کی دھار کھولی اور اس میں موجود ایک چھوٹا سا مائیک نکال کر مائیک کے ساتھ لگا ہوا مین آن کر دیا۔

”گرے کا لنگ —“ اس کی آواز میں کڑک اور رعب کی بجائے پڑمردگی کا عنصر نمایاں تھا۔

”میں باس —“ سوجاڑ سپیکنگ — دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سوجاڑ —“ ڈیروسیون کو کال کر کے میرا حکم دے دو کہ سید کو روک دے۔“ اس کی آواز میں کڑک اور رعب کی بجائے پڑمردگی کا عنصر نمایاں تھا۔



ہی سے گزرتا ہوا دوسری طرف ایک گیلری میں آگیا۔ گیلری میں کراس کر کے  
وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازے کے باہر ایک مسلح  
آدمی موجود تھا۔

گڑے کو دیکھتے ہی اس نے بڑی چھرتی سے اسے سیوٹ مارا،  
اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک ہٹن دبا کر دروازہ کھول دیا۔ اور گڑے  
بڑی بے نیازی سے اندر بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس میں  
سرجری کے آلات اور دیگر پیچیدہ قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ ایک طرف  
فلٹ قسم کی دوایوں کے جبار موجود تھے۔

درمیان میں ایک بہت مضبوط اسٹریکچر پر گاڑ ڈیلا لٹا ہوا تھا اس  
کی ایک سائیڈ پر خون کی بوتل کا سینڈ اور دوسری سائیڈ پر گلو کوڑکی بوتل  
سینڈ پرفٹ تھی۔ گاڑ ڈیلا اونٹ سے منہ لٹا ہوا تھا۔ اور اس کی گردن  
کی پشت پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر آشکل سفید چوٹے میں اس کے  
قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

گڑے کو دیکھتے ہی ڈاکٹر مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔  
"آپریشن کیسار ہڈا ڈاکٹر۔۔۔ گڑے نے گاڑ ڈیلا کے قریب  
پہنچتے ہی کہہ دیا۔

"کامیاب۔۔۔ ویسے یہ میری زندگی کا سب سے خطرناک آپریشن  
تھا۔ حرام مغزی میں موجود پورے اعصابی نظام کی رگیں کٹ چکی تھیں۔ میں  
نے انہیں جوڑنے پر اپنی زندگی کا تمام تجربہ استعمال کر دیا ہے۔ اب گاڑ ڈیلا  
اپنے جسم کو حرکت دے سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔  
"دیر ہی گڈ ڈاکٹر۔۔۔ تم نے گاڑ ڈیلا کی جان بچا کر مجھے براہِ احسان

"نمبر سکٹی سیون کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی ہے" گڑے نے  
پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی" سو جانہ نے  
جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔ جیسے ہی اس کی طرف سے رپورٹ ملے۔۔۔ مجھے فوراً  
اطلاع کر دینا۔" گڑے نے تمکنا نہ لہجے میں کہا اور مائیک کا ہٹن آن  
کر کے دراز بند کر دی۔

ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک میز کی ٹاپ پر  
لٹکا ہوا شیٹے کا چوکور ٹکڑا جلنے لگتا تھا۔

گڑے نے چونک کر دراز کھول کر ایک بار چہرہ مائیک نکال کر  
اس کا ہٹن آن کر دیا۔

"ہیں۔۔۔ گڑے پیکنگ۔ گڑے نے کراخت لہجے میں کہا۔  
"باس۔۔۔ میں نے گاڑ ڈیلا کا آپریشن کر دیا ہے۔ اب وہ ہوش

میں آچکا ہے۔ اور آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے۔" دوسری  
طرف سے ڈاکٹر آشکل کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔۔۔ میں آ رہا ہوں" گڑے نے مختصر  
ساجواب دیا اور پھر ہٹن آن کر کے اس نے مائیک دراز میں رکھا اور

خود اٹھ کر کمرے کے کچیلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔  
اس بار اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ کمرے

کے کونے میں جا کر اس نے دیوار پر ایک ہاتھ رکھا اور پھر جیسے ہی آل  
نے ہاتھ کو دبایا۔ کمرے کی دیوار میں ایک دروازہ بن گیا اور گڑے اس



کیا ہے۔" گرے نے خوش ہو کر کہا۔ اور پھر وہ گاڑ ڈیلا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"گاڑ ڈیلا — کیا تم با آسانی بول سکتے ہو؟"

"ہاں باس — میں شرمندہ ہوں کہ تمہارے اور ڈاکٹر کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔" گاڑ ڈیلا نے کمزور لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے تفصیل بتاؤ گاڑ ڈیلا — میں اس شخصیت کے متعلق سننے کے لئے سخت بے چین ہوں جس نے تم جیسے ناقابل شکست آدمی کا یہ حشر کیا ہے۔" گرے نے پوچھا۔

"باس — آپ کو یاد ہوگا — جرمنی میں ایک بار ڈاکٹر شوکیا اور ایک نوجوان علی عمران ہم سے ٹکرائے تھے جس کے نتیجے میں ہمیں قرار ہونا پڑا تھا۔ بعد میں ہم نے ڈاکٹر کو قتل کر دیا تھا مگر وہ نوجوان غائب ہو گیا تھا۔" گاڑ ڈیلا نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

گرے اس کی بات سن کر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔

"ہاں — مجھے یاد آگیا وہ مسافر آسمان نوجوان — تو کیا یہ

سب اسی کا کیا دھرا ہے۔" گرے نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں باس — میں آپ کے حکم کے مطابق وہاں آنے والے پھر

آدمیوں اور ایک لڑکی کو بے ہوش کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں اپنے

گروپ کے پانچ آدمیوں کو وہیں چھوڑ کر آپ کو کال کرنے آپریشن روم

میں گیا۔ جب میں واپس آیا تو سب آدمی ہلاک ہو چکے تھے اور مملہ اور

سب ہوش میں تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔ البتہ وہ مسخروہ سا

نوجوان اس بار ان کے درمیان موجود تھا۔ میں نے موقع کی مناسبت سے اس نوجوان کو بغیر اسلحہ کے اپنے ساتھ مقابلے پر آمادہ کر لیا اور یہی میری غلطی تھی۔ وہ نوجوان جو بظاہر قطعی احمق نظر آ رہا تھا۔ انتہا دبے کا پتھر تیلہ اور ہالاک نکلا۔ وہ چند ہی منٹ میں مجھے فرش پر گرا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے میری گردن کی پشت پر نحر مارا اور میں اپنے جسم کو حرکت دینے سے بھی قاصر رہ گیا۔" گاڑ ڈیلا نے نکلیات بتاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے — مجھے یقین نہیں آ رہا کہ وہ چڑھی مار کہ نوجوان نہیں بے بس کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے تمہیں قتل کرنے کی بجائے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟" گرے نے سوال کیا۔

"اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہوئے مجھے پتیا م دیا کہ اگر میں زندہ رہ جاؤں تو اپنے باس سے کہہ دوں کہ یہ علی عمران کا ملک ہے۔ یہاں سے اس کی لاش ہی واپس جاسکتی ہے۔" گاڑ ڈیلا نے جواب دیا۔

"اس کی یہ ہر بات — میں اس نوجوان کا وہ حشر کروں گا کہ

اس کی روح صدیوں تک بے لگتی رہے گی۔ اس کیپ گرے ناقابل شکست

ہے اور ناقابل شکست رہے گا۔" گرے نے غصے سے بھرکتے ہوئے کہا۔

گاڑ ڈیلا خاموش رہا۔

"ڈاکٹر — گاڑ ڈیلا کتنے دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔ میں

اس کے ہاتھوں اس نوجوان کا قیمہ بنوانا چاہتا ہوں۔" گرے نے اس

بار ڈاکٹر سے پوچھا۔



”ایک ہفتے کے اندر اندر گاڑ ڈیلا بالکل تندرست ہو جائے گا۔“  
 ڈاکٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے بھی مشن کی تکمیل میں ایک ہفتہ لگ جائے گا۔۔۔ میں دیکھوں گا کہ یہ نوجوان میرے آڑے آکر کس طرح میرے ہاتھوں جان بچا سکتا ہے۔ میں آج ہی اپنے آدمیوں کو اس کی تلاش میں لگا دیتا ہوں۔ میں سوچاؤں کو یہاں بھیج دیتا ہوں۔ تم اس نوجوان اور اس کے ساتھیوں کے حوالے سے تفصیل سے بتا دو۔“ گری نے دعا کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔



عمران کے دانش منزل پہنچتے ہی بلیک زیرو نے اسے بتلایا کہ مجرموں کے اوڑے سے کوئی قابل ذکر چیز نہ ملی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کوئٹی اپنا ٹک ایک ٹوفنگ دھماکے سے تباہ ہو گئی ہے۔ اور وہاں مجرموں کا کوئی آدمی اندر جاتے یا باہر نکلتے بھی دکھائی نہیں دیا۔  
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔“ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس نے مختصر طور پر گری کے

مطالبہ کے متعلق بلیک زیرو کو بھی بتلادیا۔  
 ”اور۔۔۔ یہ تو واقعی انتہائی سیریس مسئلہ ہے۔ اگر گری نہ بچتا تو ملکی حالات بھونچال کی زد میں آجائیں گے۔“  
 بلیک زیرو نے بھی تشویش آمیز لہجے میں جواب دیا۔  
 ”گری بے حد چالاک مجرم ہے۔ اس نے صرف وزیراعظم کو ہی نہیں بلکہ اسمبلی کے سرکردہ نمبروں کو بھی بلیک میل کر رکھا ہوگا اس کے ساتھ ساتھ اس نے وزیراعظم کے قتل کا انتظام بھی یقیناً کر لیا ہوگا۔ اور صرف دار کرنے کا عادی ہے۔“ عمران نے بلیک زیرو کو گری کے متعلق مزید بتلایا۔

بہر حال اب اس مجرم کو قوی اسمبلی کے فیصلے کی تائید سے پہلے گرفتار کرنا ناممکن ہو گیا ہے تاکہ اس کی گرفتاری کی خبر سن کر وہ لبران بھی جو ایک میل سوڑے ہوں الطینان دل سے اور غیر جانبدارانہ طور پر فیصلہ کر سکے۔ بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ سونا تو ایسا ہی چاہیے۔ مگر ہمارے پاس کوئی لائن نہ آگئی تھیں ہے جس سے مجرم کو ٹریس کیا جاسکے۔“ عمران نے سوش میں ڈوبے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

اس وقت اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی چھائی ہوئی تھی کوئی دیر تک کمرے میں گہری خاموشی طاری تھی۔ پھر اچانک عمران چونک پڑا۔ اس نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا حقدار اور شکیل ابھی تک کوئٹی کے گرد پیرو دے رہے ہیں۔“  
 ”جی ہاں۔۔۔ میں نے ابھی انہیں واپس آنے کے لئے



نہیں کہا: "بلیک زیرو نے جواب دیا

"ٹرانسمیٹر پر انہیں کال کرو" — عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے میز پر موجود ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر اس کا آپریشن بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو — ہیلو — اور: "بلیک زیرو نے مخصوص انداز میں پکارا۔

"ہیلو — صفدر سپیکنگ — اور: "چند لمحوں بعد دوسری طرف سے صفدر کی آواز ابھری

عمران نے بلیک زیرو کے ہاتھ سے مائیک لے لیا اور مخصوص آواز میں کہا۔

"ایکٹو سپیکنگ — اور"

"یس سر — اور: "دوسری طرف سے جواب ملا۔

"صفدر — کیا پوزیشن ہے — اور —

"سر — کوٹھی پر پولیس کا قبضہ ہے اور پولیس پوری کوٹھی کے

بلے کو بٹا ہٹا کر چیک کر رہی ہے — اور: "صفدر نے جواب دیا۔

"صفدر — کیا تم نے سرنگ کے راتے کو بھی کھد کیا تھا اور

عمران نے سوال کیا۔

"یس سر — تشکیل اسی طرف تھا اور — صفدر نے

جواب دیا۔

"اچھا — اب تم ایسا کرو کہ کوٹھی میں داخل ہو کر کسی طرح یہ

معلوم کرو کہ گاڑیلا کی لاش پولیس کو ملی ہے یا نہیں — اور"

نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر پاس — میں ابھی جاتا ہوں۔ پولیس افسران میں سے

میرے دوست ہیں — اس لئے میں باآسانی معلوم کر لوں گا۔

صفدر نے جواب دیا۔

"ٹیک ہے — معلوم کر کے مجھے ابھی رپورٹ دو

ایڈیٹل" — عمران نے کہا اور مائیک بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔

بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر آف کر کے مائیک اس میں لٹکا دیا۔

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کو اپنی طرف کھسکا لیا

اس کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اسے آن کیا اور مائیک سنبھال لیا۔

"ہیلو — ہیلو — اور: "عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

چند لمحوں کی کوشش کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ٹیک سپیکنگ — اور"

عمران سپیکنگ — اور: "عمران نے اپنے اصل لہجے میں بڑی

بدلی سے کہا۔

اس پاس — فرمائیے — اور: "دوسری طرف سے

آواز سنائی دی۔

ٹیک وزیراعظم کے پرسنل سیکرٹری کو اغوار کر کے اس کے

پہلوں میں تم وزیراعظم کے قریب رہو۔ تمہیں بے حد چوکنا رہنا ہوگا

مگر کیسا ہلکا ہوگا بھی لمحے خلہ درپیش آسکتا ہے۔ ہاں۔ اگر اس

کوئی ایسی بات تمہارے علم میں آئے جسے تم مشکوک سمجھو تو فوری

مجھے رپورٹ دینا — اور: "عمران نے اسے ہدایت



دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر۔۔۔ میں آج ہی کوشش کرتا ہوں پرٹل سیکرٹری کی جگہ لے کر میں آپ کو کال کر کے اطلاع دوں گا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔  
”ٹھیک ہے۔۔۔ اب وزیراعظم کا دفاع تمہاری ذمہ داری ہے۔۔۔ اور تم جانتے ہو اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی بھی کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔ اور“ عمران نے اسے متنبہ کرتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔۔۔ میں اس کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں اور۔۔۔“ ٹائیگر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔  
”اور اینڈ آل۔۔۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر مٹن آف کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلی اور عمران نے چونک کر ڈاک کو دیکھا۔ فریکوئنسی تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ نئی فریکوئنسی دیکھ کر سمجھ گیا کہ مسند کی کال ہے۔ اس نے مٹن واپس رابطہ قائم کیا تو دوسری طرف سے مسند کا آواز ابھری۔

”مسند کا لنگ۔۔۔ اور۔۔۔“

”ایکسٹو۔۔۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

”سر۔۔۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔۔۔ اس ہال کے پچھلے سے گاڑیلا کی لاشیں نہیں ملی۔۔۔ اور۔۔۔“ مسند کی آواز سنائی دینی لگی۔  
”ٹھیک ہے۔۔۔ مزید کوئی بات۔۔۔“ عمران نے سوال

کیا۔

سو فی خاص بات تو نہیں سر۔۔۔ البتہ اس کوٹھی میں تہہ خانوں کا بیچا ہوا ہے۔ اور نیچے تہہ خانوں میں سے عجیب و غریب اور جدید کے میکنزم کے آثار بھی ملتے ہیں۔ اس لئے پولیس بے حد حیران ہے۔  
”اس کی ملکیت کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ چھ سات ماہ پہلے کسی غیر ملکی نے کوٹھی خریدی تھی اور دوسری بات یہ بھی کہ مرنگ کے علاوہ اس شخص سے باہر جانے کے اور بھی بہت سے خفیہ راستے ملتے ہیں۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”انہی خفیہ راستوں سے گاڑیلا کو لے جایا گیا ہوگا۔ بہر حال تم اور اس کے والدین اپنے فلیٹوں میں ملے جاؤ۔۔۔ اور مزید ہدایات کے منتظر رہو۔۔۔“ اور اینڈ آل۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور مٹن آف کر کے مائیک ٹرانسمیٹر کے ہک سے لٹکا دیا۔

بلیک زیرو۔۔۔ جو لیا کو ہدایت دے دو کہ وہ سب عمران کو الٹ کر دے کہ وہ اب بروقت میک اپ میں رہیں اور اسی کے ساتھ ہی اس کی بیوی نگرانی بھی کرنی پڑے گی۔ آج کے بعد میں اپنا زیادہ وقت ایک مقامات پر گزاروں گا۔

عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔“ بلیک زیرو نے اسے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

”بلیک زیرو۔۔۔ تم گڑے کی فطرت کو نہیں جانتے۔ جب اسے گاڑیلا سے معلوم ہوا ہوگا کہ میں اس کے آڑے آ رہا ہوں تو وہ اس کے کتے کی طرح اپنے آدمیوں کو میرے پیچھے لگا دے گا۔ اور اب



اس تک پہنچنے کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ وہ مجھے اغوا کر کے اپنے اڈے پر لے جائے۔ اور اس طرح ہمیں آگے بڑھنے کا کوئی کیو مل جائے گا۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”تو اس کے لئے کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ آپ کی نگرانی میں خود کروں اور جب ضرورت پڑے تو میں قبروں کو ٹرانسمیٹر پر بلوالوں ہمارے باقی تمام ساتھیوں کو گاڑ ڈیلا دیکھ چکا ہے۔ میک اپ میں ہونے کے باوجود ان کے ڈیل ڈول اور قد و قامت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ہو سکتا ہے آپ کو تو اغوا کر لیا جائے اور انہیں فوری طور پر گولی مار دی جائے۔ اس لئے رسک نہیں لینا چاہیے۔“ بلیک زریو نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

اس کی بات سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو سیدھی طرح کہو بلیک زریو کہ تمہاری جتھیاں کھلا رہی ہیں

بہر حال تمہاری تجویز مجھے منظور ہے۔ تمام قبروں سے کہہ دو کہ وہ آگے خون کی بجائے واضح ٹرانسمیٹر پر تم سے رابطہ رکھیں۔ اور تم کل بیچ ہونے بلز میں پہنچ جانا۔ میں وہیں موجود ہوں گا۔“ عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ٹائیسنگ نے بڑی آسانی سے پرائم منسٹر کے پرسنل سیکرٹری کو اغوا

کر لیا۔ اس کا قد و قامت بھی چونکہ اس سے مطابقت رکھتا تھا اس لئے نتیجہ سب وہ سیکرٹری کے میک اپ میں دفتر گیا تو کسی کو اس پر شک نہ ہوا۔ اس نے عمران کو اپنی کامیابی کی اطلاع بھی دے دی تھی۔ اور عمران نے اسے ایک بار پھر ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی۔

تمام دن وہ اپنے معمول کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ ایک ہی دن میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ پرائم منسٹر آج کل بدستور ایشان اور اچھے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس کا کام ہی ایسا تھا کہ وہ پرائم منسٹر کو پیش آنے والے تمام واقعات سے باخبر کرتا رہتا۔ اس لئے اس کے دل میں بھی معلوم ہو گئی کہ اس مذہبی مسئلے کی بنا پر پرائم منسٹر زیادہ اچھے

ہوتے ہیں۔

مکی حالات سے صاف ظاہر تھا کہ ملک اس وقت خفیہ آتش فشاں



کے دہانے پر موجود ہے۔ ایسا آتش فشاں جو کسی بھی لمحے پھٹ سکتا ہے اور اگر ایک بار پھٹ گیا تو وہ پورے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا اور اپوزیشن اس آتش فشاں کو بھڑکانے کے لئے حتیٰ الوسع کوشش کر رہی تھی۔ اس مسئلہ پر اندرونی دباؤ کے ساتھ ساتھ متضاد قسم کا بیرونی دباؤ بھی پرائم منسٹر پر ڈالا جا رہا تھا۔

اقلیتی فرقہ کے بیرونی حمایتی اس کوشش میں تھے کہ اسے داخلی معاملے کی بجائے بین الاقوامی مسئلہ بنا دیا جائے۔

ہر حال حالات بے حد نازک تھے۔ اور اب یہ پرائم منسٹر کی بصیرت پر منحصر تھا کہ وہ کس طرح اس خطرناک مسئلے کو حل کرتے ہیں جس میں داخلی انتشار کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی پیپیگیاں بھی شامل تھیں۔

اور پرائم منسٹر کے ساتھ ایک دن کام کرنے سے ہی ٹائیگر کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ مسران نے پرائم منسٹر کی حفاظت کے لئے اسے کیوں بھیجا ہے۔ اس وقت پرائم منسٹر کی ذات مرکزی حیثیت حاصل کر گئی تھی اور خاص طور پر خطرہ اقلیتی فرقے کی طرف سے تھا۔ کیونکہ جیسے ہی انہیں خدشہ ہوا کہ فیصلہ ان کی خواہشات کے خلاف ہونے والا ہے انہوں نے پرائم منسٹر کو درمیان سے ہٹانے کی کوشش کرنی ہے تاکہ مسئلہ انہیں چڑ جائے۔

مگر رات کو جب پرائم منسٹر نے اسے جانے کی اجازت دی تو اسے چاہیے ہوئے بھی پرائم منسٹر ہاؤس میں موجود اپنے فلیٹ پر ہانا پڑا۔ کیونکہ وہ انہیں اپنی ذات سے مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس کا فلیٹ پرائم منسٹر ہاؤس کی شمالی دیوار کے ساتھ تھا۔ اور

نے خود بھی اصل پرسنل سیکرٹری کو اس کے فلیٹ سے ہی اغوا کیا تھا۔ اس کے لئے اس نے پانی کے پائپ کا استعمال کیا تھا۔ جو بیرونی دیوار سے بہا ہوا اس کے فلیٹ تک چلا گیا تھا۔

پناغہ اجازت ملتے ہی وہ سیدھا اپنے فلیٹ پر آ گیا اور جب فلیٹ کے فلیٹ کے برآمدے میں پہنچا تو اس کی چھٹی حس خود بخود جاگ اٹھی۔ اسے محسوس ہوا جیسے فلیٹ میں اسے کوئی خطرہ درپیش ہو۔

مگر اس کے ذہن میں خطرہ کوئی خاص شکل میں واضح نہ ہو سکا اور اس نے اسے اپنا دیم سمجھ کر ٹال دیا۔ اور تیز قدم اٹھاتا فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھتا پہلا گیا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چابی نکال کر کی ہول میں ڈالی۔ چابی گھماتے ہی کلک کی آواز پیدا ہوئی اور ٹائیگر نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولتے تک اس کے ذہن میں خطرے کی گونج بہا رہی تھی۔ اس لئے وہ بے حد چوکنا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مستحضر کی اور پھر کمرے میں داخل ہو گیا۔

دروازے کے قریب ہی موجود سوپنج بورڈ پر اس کا ہاتھ رینگا اور اسے لمحے ایک چٹ کی آواز سے کمرہ مرکزی بلب کی تیز روشنی میں تنہا کیا۔ ٹائیگر نے آنکھوں کو سرخ لائٹس کی طرح گردش دی اور دوسرے لمحے اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ کمرہ خالی تھا۔ اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر سیدھا ٹوکٹ



کی طرف بڑھتا چلا گیا

جیسے ہی ٹوائٹ کا دروازہ بند ہوا۔ کمرے کی شمالی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی دیوہیکل الماری کے پیچھے سے ایک نقاب پوش نے سر باہر نکالا اور ایک ہی نظر میں کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بڑے محتاط انداز میں الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔

باہر آکر وہ دبے پاؤں کھڑکی کی طرف بڑھا اور اس نے آہستگی سے کھڑکی کھول دی اور بڑی احتیاط سے نیچے جھانکا۔ دیوار کے ساتھ ہی اسے ایک سایہ نظر آگیا۔ اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر واپس ٹوائٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹوائٹ کے دروازے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔

ٹائیگر اس وقت باتھنگ ٹب میں بیٹا ہوا غسل میں مصروف تھا۔ نقاب پوش سیدھا ہوا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بگل نکالا۔ بگل کی طرح اس کے پیچھے رپڑ کا غبارہ لگا ہوا تھا مگر اس کے آگے دھات کا منہ بگل کی طرح چمڑا ہونے کی بجائے پیدھا سا تھا۔

اس نے آلے کے منہ پر لگا ہوا ٹیپ اکھاڑا اور پھر اس پچھلے منہ کو کی ہول سے لگا دیا۔ آلے کا منہ کی ہول میں بائٹل فٹ آگیا اور نقاب پوش نے بڑی تیزی سے رپڑ کے غبارے کو دہانا شروع کر دیا۔ وہ چند لمحوں تک مسلسل اس غبارے کو ہاتھ سے دہاتا رہا پھر اس نے وہ آلہ کی ہول سے ہٹا لیا اور دوبارہ کی ہول سے آنکھ لگا دی اور

اب اس نے دیکھا کہ ٹائیگر ٹب کے کنارے پہنچے ہوئے ہیں پڑا تھا۔ شاید گیس کو محسوس کرتے ہی اس نے ٹب سے باہر نکلنے کی کوشش

کی۔ مگر گیس اتنی زوردار تھی کہ اس نے ٹائیگر کو ٹب سے باہر نکلنے سے روک دیا۔

اسے بے ہوش دیکھ کر نقاب پوش نے بینڈل دبا کر دروازہ کھولا دیا۔ اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اسے یقین ہو گیا کہ گیس ٹوائٹ سے نکل گئی ہوگی۔ وہ ٹوائٹ داخل ہوا اور پھر اس نے ٹائیگر کو ٹب سے باہر کھینچ لیا اور ساتھ ہی باتھنگ ٹب سے اس نے ٹائیگر کا جسم ڈھانچ دیا۔ اور پھر اسے کانٹے پر اٹھا کر وہ ٹوائٹ سے باہر نکل آیا۔ کمرے میں آتے ہی وہ سیدھا کھڑکی کی طرف گیا۔ اور پھر اس نے نیچے جھانک کر ایک

دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی نے بھی جواب میں ہاتھ لہرایا۔ نقاب پوش بڑی چھتری سے کھڑکی سے باہر نکل آیا۔ ٹائیگر ابھی تک کے کمرے پر لدا ہوا تھا۔ کھڑکی کے قریب موجود پائپ کے ذریعے منہ ہوا وہ ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں نیچے زمین تک پہنچ گیا۔ اسے آدمی نے بڑی چھتری سے ٹائیگر کو اس سے لیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ کر کے دوسری طرف ایک گلی میں داخل ہو گیا۔

نقاب پوش بھی ادھر ادھر دیکھتا تھا اس کے پیچھے چل دیا۔ پھر پل سی ٹی گزرتے ہی وہ ایک سڑک پر آئے جہاں ایک سیاہ گاڑی موجود تھی۔

انہوں نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر سمیت دونوں کار میں گھس گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کار ایک



جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

پھر جب ٹائیسگر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک کافی بڑے کمرے میں پایا شعور جاگتے ہی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ مگر پھر وہ سست پڑ گیا کیونکہ اس نے سامنے ایک انتہائی لمیم شمیم آدمی کو کھڑے دیکھا۔ جس کا چہرہ ایک زخم کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ کر انتہائی خوفناک دکھائی دے رہا تھا۔

”کھڑے ہو جاؤ نوجوان۔“ اس لمیم شمیم آدمی نے کڑک وار لہجے میں ٹائیسگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیسگر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اس نے دیکھا کہ کمرے کی سائیدوں میں اور اس کی پشت پر تقریباً دس شین گولوں سے مسلح آدمی موجود تھے۔ اور شین گولوں کا رخ ظاہر ہے اس کی طرف ہی ہوتا تھا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔“ اس خوفناک شکل والے آدمی نے پوچھا۔

”تم کون ہو۔“ اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ کیا تم شین جانتے کر میں پرائم منسٹر کا پرسنل سیکرٹری ہوں۔ میرے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ تم سب بدعاشوں کے لئے موت کا پیغام بن سکتا ہے۔“ ٹائیسگر نے جان بوجھ کر لہجے کو سست بناتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرا لمحہ خود ٹائیسگر پر بہت بھاری گزرا۔ اس لمیم شمیم انسان کا ہاتھ بکلی کی سی سیڑھی سے حرکت میں آیا۔ اور تھپڑ کی گونج کے ساتھ ہی ٹائیسگر اچھل کر دس قدم دور جا پڑا۔

ایک لمحے کے لئے تو ٹائیسگر کا ذہن زلزلے کی زد میں آیا اور اس

نے اچھل کر کسی کی شین گول پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ کیونکہ اس وقت وہ کسی باسوس کی بجائے ایک ذمہ دار مہدے دار کے روپ میں تھا۔ اگر وہ لڑ پڑتا تو اس کے بارے میں مجرم مشکوک ہو جاتے۔ اس لئے تھپڑ کھا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا ہاتھ گال پر رکھا ہوا تھا۔ ویسے یہ بات ضرور تھی کہ ایک ہی تھپڑ نے اسے محاورتا نہیں بلکہ حقیقتاً آگے دکھلا دیئے تھے۔ اس کا ذہن ابھی تک تھنبھنا رہا تھا۔

”میں نے جو پوچھا ہے۔“ اس کا جواب دو۔“ لمیم شمیم آدمی نے جو یقیناً گھرے تھا۔ اس بار پہلے سے بھی زیادہ کڑخت لہجے میں کہا۔

”میرا نام عامر رحمان ہے۔“ ٹائیسگر نے اس بار شرافت سے جواب دیا۔

”اب اس نے اپنے چہرے پر غوت کے تاثرات بھی پیدا کر لئے تھے۔ اپنے متعلق تمام تفصیلات بتلا دو اور یاد رکھو اب اگر تم نے جواب دینے کی بجائے کوئی اور بات کی تو تمہارے جسم میں ایک بڑی ہی سلامتی میں بچے کی۔“ گھرے نے بدستور کڑخت لہجے میں کہا۔

اور ٹائیسگر نے خاموشی سے اپنے دفتر اور فلیٹ کے متعلق تفصیلات بتائیں۔ گھرے نے دفتر کی کارروائی کی مدد تک

”موت۔“ اس بار گھرے نے دیوار کے قریب کھڑے ہو کر ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہی باس۔“ اس آدمی نے دو قدم آگے بڑھ کر انتہائی

”ہائپر لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔“



تم نے اس کی آواز سن لی اور دیگر تفصیلات بھی۔ اب تم اس کی آواز میں بات کر کے دکھاؤ۔“ گرے نے موٹے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ اب میں اپنا رول بخوبی نبھالوں گا۔“ موٹے نے کہا۔ اور اس بار اس کی آواز اور لہجہ حیرت انگیز تک ٹائیگر سے ملتا تھا۔

اب ٹائیگر سمجھ گیا کہ باس کا اسے یہاں لانے کا مقصد کیا تھا۔ باس نے بھی وہی ترکیب سوچی تھی جو عمران نے سوچی تھی اور ٹائیگر کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ اصل مجرموں تک پہنچ گیا ہے جن کی طرف سے عمران کو خطرہ تھا۔

”اس سیکرٹری کے بچے کو روم نمبر سیون میں پھینک دو۔ اور اس کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور موٹے تم نے جانتے ہی یہ چیک کرنا ہے کہ اس نے ہمیں کہیں غلط اطلاعات تو نہیں دی ہیں۔ اگر اس نے غلط اطلاع دی ہوئی تو پھر دیکھنا میں اس کا کیا شر کرتا ہوں۔ اور اگر کسی بھی وقت تمہیں کوئی وقت پیش آئے تو مجھے بتلادینا۔ میں اس سے پوچھ کر تمہیں بتلا دوں گا۔“ گرے نے موٹے کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔“ موٹے نے اسی طرح موڈ باز لہجے میں جواب دیا۔

”اب تم جاسکتے ہو۔“ گرے نے اسے حکم دیا اور موٹے گرے کو جھک کر سلام کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اسے لے جاؤ اور میری ہدایت پر عمل کرو۔ اور یاد رکھنا اس مخالفت میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا۔“ گرے نے اسے آدمیوں کو حکم دیا۔

اور پھر ٹائیگر شین گنز کے سائے میں کمرے سے باہر لایا گیا۔ حلقہ راہداروں سے گزار کر اسے ایک کمرے کے دروازے پر دوک گیا۔ دروازے کے اوپر سات کا ہندسہ چمک رہا تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ اس کمرے میں اسے قید کیا جائے گا۔ ایک آدمی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

ٹائیگر نے اندر داخل ہو کر دیکھا تو یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے کونے میں فرش سے پیوستہ لوہے کا پنک موہو تھا اور اس پر ایک کمرہ دار ایک کبل بھی رکھا ہوا تھا۔

عام سے جہان نواز واقع ہوئے ہیں۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر چمک پر بیٹھ گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو کس طرح اس کی اطلاع دے کہ وہ مجرموں کے اڈے تک پہنچ گیا ہے اور دوسرے کا سب سے اہم تھی کہ عمران کو موٹے کے متعلق بتلانا ضروری تھا۔ وہ موٹے کی موجودگی میں وزیراعظم کی ذات کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا۔ موٹے کو وہاں بھیجے کا مقصد بھی یہ تھا کہ جس وقت بھی وزیراعظم ان کے متعلق غلط فیصلہ کرنے سے متعلق سوچیں انہیں ختم کر دیا جائے۔

مگر مصیبت یہ تھی کہ اسے اس وقت بے ہوش کیا گیا تھا جبکہ وہ ٹھیک ٹھیک میں لیٹا ہوا تھا۔ اس لیے اس وقت اس کے پاس واپس نہ لے سکا۔ اس کی موجودگی نہیں تھا۔



ہوٹل بلزا بھی نیا نیا شروع ہوا تھا اور پندرہ منزلہ سنٹرلی ایر کنڈیشنڈ  
سے اعرار و روسا کا سب سے پسندیدہ ہوٹل بن چکا تھا۔ اس لئے  
اس ہوٹل کے دروازے عام آدمیوں کے لئے بند کر دیئے گئے تھے تاکہ  
دروسا کے منہ کا ذائقہ نہ بگڑنے پائے۔

میران چونکہ پہلی بار اس ہوٹل میں آیا تھا اس لئے ظاہر ہے  
ان کے دربانوں اور عملے کے لئے وہ نیا تھا۔ چنانچہ دربان نے اس کے  
بغیر لباس اور چہرے پر حقائق کا بہتا ہوا آبشار دیکھ کر  
سے روک لیا۔

اور جب میران نے اسے بھوک کے متعلق بتایا تو دربان کو  
دل نشین ہو گیا کہ اس نے اس آدمی کو صحیح روکا ہے۔  
”بھوک لگی ہے تو کسی گھٹیا سے ہوٹل کا رخ کرو۔“ دربان نے  
لہجہ بڑے تلخ اور حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔  
”گھٹیا ہوٹل — وہ جو سرگھر روڈ کی نگر پر ہے

سے وہاں تو بڑا اصلی کھانا ملتا ہے۔ وہ خالص گھی استعمال کرتے  
ہے اور قہیں علم ہے خالص گھی ہمیں آجکل مستم نہیں ہوتا۔ اس لئے  
میران نے دربان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے  
سے بڑی بیزار سی سے جواب دیا۔

”اچھا — اچھا — یہاں سے ہٹو — دیکھو صاحب آ  
میں نے“ دربان نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔  
”نہ اسے اسی لمحے ایک کار آکر رکی تھی۔ اس میں سے ایک فیشن ایبل جوڑا  
رکرن گریٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ یہاں سے نکل جائے اور  
عمران کو اطلاع کرے۔ مگر پھر اس نے فیصلہ بدل دیا کیونکہ جیسے ہی مجرموں  
کو اس کے نکلنے کی اطلاع ملنی ہے۔ انہوں نے وزیر اعظم کو ختم کرنے  
کی کوشش کرنی ہے۔ اس لئے اس قسم کا اقدام قطعی غیر مناسب ہے  
گلا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی مل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا چنانچہ  
وہ پتنگ پر لیٹ گیا اور اپنی تمام ذہنی قوتوں کو اس مسئلے کے حل کے  
لئے استعمال کرنے لگا۔



عمران نے اپنے مخصوص ٹیکسی مگر لباس میں چہرے پر حقائق کی تہ  
چڑھاتے ہوٹل بلزا میں داخل ہونے لگا تو دربان نے ایک بار تو آٹھیں  
پھاڑ کر اسے دیکھا اور پھر ہاتھ آگے بڑھا کر دروازے میں داخل ہونے  
سے روک دیا۔

”کیا بات ہے صاحب — آپ کیوں اندر جانا چاہتے ہیں  
دربان نے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

”مم — مم — مجھے بھوک لگی ہے — میں نے کھانا کھانا  
ہے“ میران نے چونک کر جواب دیا۔ اس کے لہجے میں بڑی عاجزی



کے درمیان ایک میز پر بیٹھا نظر آیا۔ ہال میں موجود دیگر لوگوں کی نظریں  
اسی پر مرکوز تھیں۔ ظاہر ہے اس کا علیہ ہی ایسا تھا کہ لوگوں کی توجہ  
اس کی طرف ہونی چاہیے تھی۔ اور پھر انہیں منیجر تیزی سے عمران  
کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ شاید اسے بھی اطلاع مل گئی تھی۔ انہوں نے  
لیٹان کا سانس لیا۔

انہیں یقین تھا کہ اب منیجر ضرور اس گھٹیا آدمی کو اٹھا کر باہر  
سیکڑے گا اور ہوٹل کا اعلیٰ سٹیٹنڈرڈ قائم رہے گا۔ وہ چلتے ہوئے  
منیجر کے پیچھے گئے۔ اور اتفاق سے ان کی میز اس میز  
سے بالکل ملحقہ تھی جس پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔

منیجر عمران کے قریب آکر رکا اور پھر اس نے چہرے پر کاروباری  
سکراہٹ لاتے ہوئے عمران سے بڑے بااخلاق لہجے میں کہا۔  
”صاحب۔۔۔ اس ہوٹل میں داخلے کے کچھ اصول ہیں اور وہ  
ملنے میں کہ پہلے میز ریزر وکرائی جائے اور دوسرا یہ کہ آپ کو لاڈلا  
رٹ میں ملبوس ہونا چاہیے۔“

عمران بڑے اطمینان سے منیجر کی بات سنارہا اور پھر بولا۔  
”بڑے اچھے اصول ہیں جناب۔۔۔ میں نے تو ایسے ہوٹل بھی  
دیکھے ہیں۔ جہاں بغیر کپڑوں کے آنالا ز می ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے  
ان ہوٹل کا نام اخلاقی اصول پسند ہوٹل رکھ دیں۔“ عمران کے لہجے  
سنا کر منیجر کے ساتھ ساتھ عقیدت کا جذبہ بھی شامل تھا۔

”مگر جناب۔۔۔ آپ نے یہ دونوں اصول پورے نہیں کئے  
تھے بہتر یہ ہے کہ آپ ٹشر لین لے جائیں۔ اس بار منیجر کے لہجے میں

اور پھر جیسے ہی وہ جوڑا دروازے کے سامنے آیا۔ عمران دروازے  
کو گھیر کر چوڑا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر بولا۔  
”دیکھئے صاحب۔۔۔ اندر جانے کا پہلا نمبر میرا ہے۔ جب  
تک میں نہیں جاؤں گا۔ آپ نہیں جا سکتے اور دربان مجھے اندر نہیں  
جانے دیتا۔“

اس جوڑے کے چہرے پر اس کی بات اور اس کا فیصلہ سن کر  
انتہائی ناگواری اور حقارت کے آثار پیدا ہوئے اور پھر مرد بولا۔  
”دربان۔۔۔ یہ کیا ماشہ لگا رکھا ہے۔۔۔ منیجر کو بلاؤ  
اور اس پاگل کو ہوٹل سے باہر نکلواؤ۔ اس کے لہجے میں بے پناہ  
غصہ تھا۔“

”منیجر کو۔۔۔ ٹھیک ہے میں بکالام ہوں۔۔۔ آپ یہاں  
ٹھہریں۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر اپنی طرف بڑھتے  
ہوئے دربان کو دھکا دے کر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر قاصد ہو گیا  
دربان اٹھ کر اندر جانے لگا۔ مگر اسی لمحے ایک اور کارگر کی اور  
دربان کو ان کے استقبال کے لئے مجبوراً دروازے پر ٹکنا پڑا۔

”ہم ابھی منیجر سے بات کرتے ہیں۔۔۔ اب اس ہوٹل میں ایسے  
لفٹے بھی آنے لگے ہیں۔“ پہلے والے صاحب نے غصے سے پتھکارتے  
ہوئے کہا اور پھر اپنی ساتھی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ہوٹل میں گھستا چلا گیا۔  
اور دربان بیچارے کا رنگ زرد پڑتا چلا گیا۔ کیونکہ اسے اپنی نوکری  
جاتی یقینی دکھائی دینے لگی۔

وہ دونوں جیسے ہی ہال میں داخل ہوئے۔ انہیں عمران ہال



وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔  
جناب۔۔۔ اگر آپ نے کافی ہی پیٹی ہے تو آپ میرے کمرے  
شریفانے آئیں۔۔۔ میں آپ کی خدمت کرنے میں فخر  
کرتا ہوں گا۔

شریفانے۔۔۔ اگر تمہیں ہوٹل چلانا ہے تو بہتر یہ ہے کہ خاموشی  
رہے۔۔۔ جلدی اور اس میز پر سے رینڈرویشن کارڈ بھی اٹھاتے جاؤ۔  
میرے کو کہو کہ مجھے ایک ڈبل کریمر کافی لادو۔۔۔ عمران نے اس  
سے مدد سنی اور تلخ لہجے میں کہا۔

اس لمحے اس کے چہرے پر حقائق کی تہ کی بجائے چٹانوں کی  
تہ کی اجڑائی تھی۔ اور منیجر رز کر رہ گیا۔ گو دوسرے لمحے عمران کے  
سے پر دوبارہ حقائق کا آبشار بہنے لگا تھا۔ مگر منیجر کو اسی ایک لمحے  
عمران کے چہرے پر سب کچھ نظر آ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے قریب  
سے میرے کو ڈپٹ کر کہا۔

جناب کو ایک ڈبل کریمر کافی پیش کرو جلدی۔۔۔ اور وہ  
پیارے رینڈرویشن کارڈ اٹھا کر تیزی سے واپس اپنے کمرے کی طرف  
بھاگا۔

اسے یوں بہاتے دیکھ کر مال میں موجود تمام انسروا بے حد حیران  
ہوئے۔ مگر وہ کمرے بھی کیا کہتے تھے۔ ظاہر ہے منیجر کی اس طرح واپسی سے  
کچھ کہتے تھے کہ تو جوان کسی اہم شخصیت کا مالک ہے۔ چنانچہ چند  
سکے بدوہ سب اسے بھول بھال کر اپنی اپنی خوش گپیوں میں مصروف  
ہو گئے۔

ملکی سی تلخی تھی۔

”اور اگر میں نہ جاؤں تو۔۔۔“ جواب میں عمران نے بھی تلخ  
لہجے میں کہا۔

”تو پھر ہمیں زبردستی کرنی پڑے گی۔“ منیجر نے اس بار کھل کر  
انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”تو ٹھیک ہے کرلو۔۔۔ مگر تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میرے  
لئے ایک کریمر کافی بھیج دو۔“ عمران نے یوں جواب دیا جیسے کان  
پر سے مکھی اڑا رہا ہو۔

”آپ اسٹے ہیں یا نہیں۔۔۔ یا میں بلاؤں پولیس کو۔ یہ شرفا  
کا ہوٹل ہے۔ آپ جیسے بد معاشوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔  
منیجر نے بھرپور غصے میں کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے لگنے لگی تھیں اور اب  
ہوٹل میں موجود تمام افراد خاموش ہو کر یہ تماشا دیکھنے میں مصروف ہو گئے  
تھے۔ چند برے بھی اس میز کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے جیسے منیجر اگر انہیں  
حکم کرے تو ابھی عمران کو اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔

”بلاؤ پولیس کو۔۔۔ تاکہ میں انہیں جیلوں کے شرفاء کے اس ہوٹل  
کے تہ خانے میں غیر ملکی سمگل شدہ شراب کا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ سب  
سمگل پولیس مجھے سن کر روکی کا اسے کھلاس سرٹیفکیٹ دینے پر مجبور ہو جائے  
گا۔“ عمران نے بڑے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آواز صرت منیجر  
نے سنی اور اس کا رد عمل اس پر بے حد شدید ہوا۔ اس کے چہرے  
پر پریشانی کی لکیریں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں  
ہو گئے تھے۔



یورٹس میں گیا مگر نہ کہیں گھرے کے آدمیوں نے اسے گھیرا اور نہ  
کوئی مشکوک آدمی اسے نظر آیا۔

چنانچہ تھک بارگرات کو اس نے اپنی کار کا رخ فلیٹ کی طرف  
بڑھ دیا۔ وہ ذہنی طور پر بے حد بیسزاری محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس  
رجسٹر کا تمام پروگرام درجہ بریم ہوتا نظر آ رہا تھا۔ قومی اسمبلی کے  
بیلے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔ اور تین دن سے پہلے پہلے  
رے کی گرفت ساری لازمی تھی۔ تاکہ پرائم منسٹر کو اطمینان سے اتنے  
بر قومی اور مذہبی مسئلے کا فیصلہ کرنے کا موقع مل جائے۔

مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ گھرے کے سرے سینک کی طرح غائب  
ہو چکا تھا۔ گو اس نے ٹائیگر کو پرائم منسٹر کی حفاظت کے لئے بھیج دیا  
تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ گھرے انتہائی اقدام صرف اس وقت اٹھائے  
جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو جائے گا اور اس وقت گھرے کی گرفتاری  
کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ملک لازمی طور پر انتشار کا شکار ہو چکا ہوگا۔

مگر اب وہ گھرے کو کس طرح بل سے باہر نکالے۔ یہی بات  
اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ  
یا۔ وہ سمجھتا تھا کہ بلیک زبرد اسے فلیٹ پر پہنچا کر واپس وائٹ منزل  
پر لے گیا ہوگا۔

باس تبدیل کر کے وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی  
نے گھرے کے متعلق سوچ بچار کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ  
وہ فیصلہ کی وادیوں میں گم ہوتا چلا گیا۔ اب اس کے سوا اور ہو بھی کیا  
سکتا تھا۔

بیرے نے کریم کافی لاکر عمران کے سامنے رکھی۔ عمران نے  
کافی کا ٹک اٹھایا اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں اٹھیں اسے دور ایک  
کونے میں بلیک زبرد میک اپ میں بیٹھا نظر آ گیا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کافی سب کرنی شروع کر دی۔ وہ بڑے  
آہستہ آہستہ کافی سب کرنے لگا۔ البتہ اس کی نظریں بل کا باقاعدہ جائزہ  
لے رہی تھیں۔ کافی پینے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لی اور پھر  
بیرے کو اشارہ کیا۔

”بل لے آؤ۔“ عمران نے سیاٹ لہجے میں کہا۔  
اور بیرے نے چند لمحوں میں بل لاکر اس کے سامنے رکھ دیا۔ عمران  
نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا سا نوٹ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بیرے  
سے کہا۔

”باقی تمہاری ٹپ۔“ اور بیرے کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی  
پھٹی رہ گئیں۔ اتنی ٹپ تو اس سوٹل میں آنے والے کسی رئیس سے نہیں  
آدمی نے بھی نہیں دی تھی۔ مگر عمران کو سی سے اٹھ کر بڑی بے نیازی سے  
چلتا ہوا بیسرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

گیٹ پر موجود دربان اسے یوں اطمینان سے باہر آتے دیکھ کر  
حیران رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتا عمران کا ہاتھ جیب  
سے باہر آیا اور ایک نوٹ دربان کی متغیلی پر پہنچ گیا۔

دوسرے لمحے دربان نے بڑے موڈ باز انداز میں عمران کو  
سلام کر دیا۔ مگر عمران اسے دیکھے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔  
اور پھر باری باری وہ تقریباً تمام بڑے بڑے ہوٹلوں ان



ہوں نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔  
اور کے۔۔۔ تم اس کی مکمل نگرانی کرو۔۔۔ اُسے چھپانے یا  
اس کے سامنے آنے کی ضرورت نہیں۔ فہر تھری کو فون کر کے اس سے  
مکمل ہدایات لے لو۔ وہ اس مشن کو کنٹرول کرے گا گرے نے اسے  
یہ بتا دی۔

اور چپ کر ڈیل دیا کہ اس نے ایک اور نمبر ڈال دیا۔ فوراً ہی  
بلا مل گیا۔

”گرے پیکنگ“۔۔۔ رابطہ ملتے ہی گرے نے کرخت لہجے

”فہر تھری پیکنگ باس“۔۔۔ دوسری طرف سے مودبانہ  
اور سائی دی۔

”فہر تھری“۔۔۔ سٹی سیون نے ابھی ابھی مجھے کال کیا ہے  
اور ان کو اس نے کیفے ڈیگارد میں چیک کر لیا ہے۔ تم اپنے  
گروپ کی مدد سے اس کی مکمل نگرانی کرو۔ اور یہ ضروری ہے کہ وہ  
دوسری طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی چیک  
کرتا کہ اس کی کوئی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں۔ جب وہ اپنی رہائش گاہ  
پر پہنچے پھر مجھے کال کر کے مزید ہدایات لے لینا۔“ گرے نے اسے  
ہدایات دیں اور ریسیور کر ڈیل پر رکھ دیا۔

ابھی ریسیور رکھ کر وہ کہہ رہی تھی سیدھا ہی ہوا تھا کہ اچانک میز  
پر موجود انٹرکام نے موسیقی بکھیرنی شروع کر دی۔

گرے نے چونک کر انٹرکام کا ریسیور اٹھایا اور مٹن دیا۔ مٹن

جیسے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ گرے نے چونک کر ریسیور اٹھایا۔  
”ایس۔۔۔ گرے پیکنگ“۔ اس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا  
”باس۔۔۔ میں سٹی سیون ہول رہا ہوں۔۔۔ جس آدمی  
کا آپ نے علیہ دے کر ہمیں تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ آدمی اس وقت  
کیفے ڈیگارد میں موجود ہے۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مودبانہ اور  
انجبری۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہی آدمی ہے؟“ گرے نے چونک کر  
پوچھا۔

”ایس باس۔۔۔ علیے کے مطابق قطعی وہ ہے۔۔۔ اور  
دوسری بات یہ کہ میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے وہ میک اپ میں بھی  
نہیں ہے۔ حرکات سے بھی وہ احمق نظر آ رہا ہے۔ اس نے لباس  
بھی اتھوڑا دیا، میرا مطلب مختلف رنگوں کا لباس پہن رکھا ہے۔“ سٹی



ہیں آ رہا۔ پھر ہمارے سوارسی ملک جو ہمارے حق میں دباؤ ڈال رہے  
 اس کے مقابل میں ہیں۔ دیگر مسلم ممالک ہمارے خلاف فیصلے پر دباؤ  
 رہے ہیں۔ اس لئے بیرون دباؤ کے سلسلے میں ہم زیادہ پُر امید  
 ہیں۔ اب صرف تمہارا سہارا باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے تمہیں ہر قیمت  
 پر ایسا ہونا ہے۔ اور ————— جی ایم نے کہا۔

آپ بے فکر رہیں۔۔۔ میرا نام اسکیپ گرے سے اور  
پگرے پوری زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ یورپین ممالک بھی  
کی انتہائی تربیت یافتہ اور جدید ترین سائنسی ہتھیاروں سے لیس  
رہتے ہوئے ہیں۔ وہ سب میرا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ یہ تو بیچارہ  
ہی انتہائی پس ماندہ ملک۔۔۔ اور۔۔۔ اسکیپ گرے نے  
میں نے کہا۔

میر تو ہمیں بھی معلوم ہے۔۔۔۔۔ اسی لئے تو تمہارا انتخاب کیا گیا  
 مگر تم جانتے ہو یہ ہمارے لئے زندگی موت کا سوال ہے اس لئے  
 تم حساب سمجھو تو مختصر طور پر ہمیں بتادو کہ تم کن لا منتر پر کام کر رہے  
 ہو اپنے ممبران کو تسلی دے سکیں۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ جی ایم نے کہا۔  
 میں آپ کی کیفیت سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ اس لئے مختصر طور پر بتلا  
 دیتا ہوں کہ میں نے وزیر اعظم کو بلیک میل کر لیا ہے۔ اب اگر  
 وزیر اعظم نے میری بات نہ مانی تو نہ صرف وہ خود بلکہ پورا ملک کسی کو شکل  
 دینے کے قابل نہیں رہے گا۔۔۔۔۔ اور اگر اس طرح بھی وہ نہ مانا تو  
 اس کے تمام انتظامات مکمل کر لئے میں فیصلہ سنانے سے چند گھنٹے پیشتر وزیر اعظم  
 کی ہلاکت کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ ایکپ گرو نے جواب دیا۔

دبے ہی موسیقی کی آواز بند ہو گئی۔ اور اس کی بجائے ایک نثرانی آواز ابھری۔

باس — فارن کال فارمشن — پلیس اٹنڈ

"او کے" — گڑے نے کہا اور ریو رکھ دیا۔

ریسیور رکھ کر وہ اٹھا اور سیدھا کمرے میں موجود ایک دیوہیکل  
آئینہ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے  
ایک پیٹا سا باکس نکال کر اس کے کونے سے ایک راڈ باہر کھینچی اور  
جیب سے کی رنگ نکال کر اس نے اس راڈ کو پٹخ کیا۔ کی رنگ کے راڈ  
کے ساتھ پٹخ ہوتے ہی باکس میں ایک بلب جلنے لگے۔

”اسکیپ گرے کانگ — اور — اسکیپ گرے نے  
سخت لیکن سیاٹ بلچے میں کہا۔

”جی۔ ایم فرام سنٹرل آفس سپیکنگ ————— اور ”دوسری طرف  
سے باوقار لہجے میں پوچھا گیا۔

فرمایا ہے۔ کیا بات ہے۔ گرے نے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا۔ اس کے باوجود لہجے میں کافی سختی موجود تھی۔

”مسٹر گرے — مشن کی پوزیشن کیا ہے — اور ”دوسری  
طرف سے باوقار لہجے میں پوچھا گیا۔

\* ہم کامیابی کے قریب ہیں۔ اور "گزشتہ مختصر افسانوں میں جواب دیا۔

”مشرکے۔۔۔۔۔ اگر آپ اپنے مشن میں ناکام رہے تو معاملات  
بے حد خراب ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ پاکیشیا کا وزیر اعظم بیرونی مہارامانا



"بہت خوب — یہ ٹھیک ہے — ہر حال تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے تمہیں ہر لمحے چوکنا رہنا چاہیے — بائی بائی — اور رائیڈ آگے جی ایم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور گرے نے بھی مسکراتے ہوئے کی رنگ دو بارہ راڈ سے پرچ کیا۔ اور بلب بچھ گیا۔

گرے نے راڈ بند کر کے باکس دوبارہ الماری میں رکھا۔ اور مسکراتا ہوا واپس اپنی میز کی طرف بڑھ آیا۔ جیسے ہی وہ میز کے قریب پہنچا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اٹھی۔

گرے نے ریسپور اٹھایا اور اپنے مخصوص کرخٹ لہجے میں بولے۔  
"گرے پیکنگ۔"

"باس — میں نمبر تھری پول رہا ہوں — علی عمران کی ہم نے مکمل نگرانی کی ہے۔ اس کی نگرانی کوئی بھی نہیں کر رہا اور اس وقت وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔ ہم نے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ اس کے فلیٹ میں اس کے علاوہ صرف ایک باورچی رہتا ہے۔"

نمبر تھری نے جواب دیا۔

"اس وقت وہاں تمہارے کتنے آدمی موجود ہیں؟" گرے نے سوال کیا۔

"دس آدمی جناب۔"

"تو ایسا کرو — کہ اسے بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ یہ خیال رہے کہ وہ واقعی بے ہوش ہو اور کوئی آدمی تمہارے پیچھے نہ لگا ہو۔ جس کار میں اسے لے آیا جائے، باقی کاریں باقاعدہ اس کی نگرانی کریں — بے حد ہوشیاری سے کام کرتا۔ وہ انتہائی چالاک اور

یار شخص ہے۔" گرے نے نمبر تھری کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔  
"آپ بے فکر رہیں باس — ہم اسے اس طرح ہیڈ کوارٹر پہنچائیں گے کہ کسی اور کو تو کیا خود اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہوگا۔ نمبر تھری نے جواب دیا۔

"اد کے —" گرے نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔  
اسے معلوم تھا کہ نمبر تھری عمران کو لے آنے میں یقیناً کامیاب رہے گا۔ کیونکہ نمبر تھری اس کام میں مہارت کا درجہ رکھتا تھا اور پھر وہ دل کھول کر گارنٹی کا انتقام اس سے لے سکے گا۔



عمران نے چونکہ بے حد ہوشیار نمینڈ سونے کا عادی تھا۔ اس لئے جیسے ہی اس کے کانوں میں بلکے سے کھٹکے کی آواز پہنچی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر وہ سرے ہی لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ آنکھ کھلتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ کمرے میں دو دھیا رنگ کی گیس پھیلی جا رہی ہے۔ گیس کا موزج بھی اسے نظر آ گیا تھا۔ یہ گیس کی ہول سے نکل رہی تھی۔ عمران ایک لمحے میں تمام سچویشن سمجھ گیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس



نے اپنا سانس روک لیا اور آنکھیں مضبوطی سے بند کر لیں۔ تاکہ گیس کے اثرات اس کی آنکھوں کو متاثر نہ کر سکیں۔

چند لمحوں بعد اس نے دروازے کا ہینڈل گھومنے کی آواز سنی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ اسی طرح سانس روکے پڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ایک آنکھ کو تھوڑا سا کھولا تو اس نے دیکھا کہ دروازہ سپاٹ کھلا ہوا ہے اور گیس تیزی سے باہر نکلتی جا رہی ہے دوسرے لمحے اس نے دو نقاب پوشوں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ سیدھے عمران کے قریب آئے اور پھر ان میں سے ایک نے عمران کی کلائی پکڑ کر اس کی نبض ٹٹولنی شروع کر دی۔

”یہ بے ہوش ہو چکا ہے“ اس نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔  
”اچھی طرح چیک کر لو۔“ اس نے کہا تھا کہ یہ بے ہوش بالاک اور عیار شخص ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اداکاری کر رہا ہو اور بعد میں بائس ہمیں کچا ہی چبا جائے۔“ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ اور پہلے نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں کے پونے کھول کر دیکھے۔ مگر عمران تو پہلے ہی سے سانس روکے پڑا تھا۔ اس نے کہا ہرے انہوں نے اسے بے ہوش ہی سمجھنا تھا۔

”یہ قطعی طور پر بے ہوش ہے۔“ پہلے نقاب پوش نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔“ اسے کانٹے پر اٹھا لیا اور میرے قہقہے آئے۔ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔

اور پھر پہلے نقاب پوش نے جھک کر عمران کو دونوں ہاتھوں سے

گرا پٹے کا منہ پر لا دلیا۔ اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ اسی لمحے دو اور نقاب پوش بھی وہاں سے گئے۔

”باورچی بے ہوش ہے؟“ پہلے نقاب پوش نے آنے والے سے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ آنے والوں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ آؤ۔ اس نے کہا اور پھر وہ عمران کے قریب گئے۔

عمران دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے مجرموں کے ہاتھوں سے جان بچانے کی راہ نکال دی۔ ورنہ وہ تو مایوس ہو چکا تھا اور کچھ پروگرام بنانے کی سوچ رہا تھا۔

نقاب پوشوں نے عمران کو کار میں ڈالا۔ اور پھر عمران کی کار کو تیزی سے فاصلوں کو ٹھکنے لگی۔

عمران کھلی سیٹ پر دروازے آنکھیں بند کئے تصویر ہی تصویر میں راستے پر گزر رہا تھا۔ دارالحکومت کی تمام سڑکیں اور ان کے موزاں کے ساتھ پر نقش تھے۔

اس نے قلیٹ سے نکل کر جیسے ہی کار چلی اسے اندازہ ہو گیا کہ کار کس طرف ہے۔ پھر جہاں جہاں کار وائیں یا بائیں مڑتی اسے اندازہ چلا جاتا۔

جتنا پتہ تقریباً پچیس منٹ بعد جب کار رکی اور اس کا بارن مضمون میں دو دو منٹ بھایا گیا تو عمران سمجھ گیا کہ کار مجرموں کے ہیڈ کوارٹر



مسترباً بایں آدمی شین گئیں اٹھائے اسے کور کے ہوئے تھے۔  
 "ارے۔۔۔ گھرے بھائی۔۔۔ آپ کب آتے۔ خوش آمدید  
 وہ آئیں گھر میں ہمارے زبے نصیب" عمران نے ایک جھکے  
 سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ گھرے کی طرف یوں پکا  
 بے مصافحہ کرنا چاہتا ہو۔

"خبردار۔۔۔ اگر حرکت کی تو ابھی گولیوں سے بھون دوں  
 ہو گھرے نے جواب میں کڑک دار لہجے میں کہا اور عمران کے اٹھتے ہوئے  
 قدم یوں رگ گئے جیسے کسی چلتی ہوئی کار کو فل بریک لگا دی جائے۔  
 "ارے۔۔۔ آفرایسی بھی کیا بے مروتی۔۔۔ اتنی مدت کے بعد  
 ہنات ہوئی ہے اور تم لفٹ ہی نہیں کر رہے؟ عمران نے بڑے  
 مصوم سے لہجے میں کہا۔

گھرے جواب میں اسے چند لمحوں تک گھومتا رہا۔ پھر بولا۔  
 "مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم جیسے چڑی مارنے کا زڈیلا کو بے بسی  
 کرنا تھا۔ اس کے لہجے میں تعجب کی آمیزش نمایاں تھی  
 "اگر میں چڑی مار ہوں تو یقیناً گا زڈیلا کسی چڑیا کا نام ہوگا۔" عمران  
 نے اسی طرح مصوم سے لہجے میں جواب دیا۔

"سوال۔۔۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ گا زڈیلا کے ہاتھوں ہی تمہاری  
 میان تڑواؤں گا۔" گھرے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر ایک آدمی  
 سے مخاطب ہو کر بولا۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔۔"

وہ آدمی فوراً مڑ کر باہر چلا گیا۔

پر دکی ہے۔ پھر کار دوبارہ چلی اور تھوڑی دور جا کر رگ گئی۔  
 دوسرے لمحے عمران کو کار سے باہر نکالا گیا اور پھر اسے کاندھے پر  
 لاوے وہ لوگ عمارت میں گھس گئے۔

عمران نیم وا آنکھیں کئے تمام راستے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ مختلف  
 کمروں سے گزر کر وہ ایک لفٹ کے ذریعے نیچے تہہ خانوں میں اترے۔  
 اور آخر کار ایک بڑے کمرے کے درمیان فرش پر اس کوٹا دیا گیا۔  
 "لے آئے۔۔۔ کسی نے تعاقب تو نہیں کیا۔" ایک گونج دار آواز  
 سنائی دی اور عمران آواز سے ہی پہچان گیا کہ وہ اسکیپ گھرے کے  
 سامنے پہنچ گیا ہے۔

"نہیں باس۔۔۔ کسی کو معلوم نہیں ہوا۔" ایک نقاب پوش نے  
 موڈبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ اسے ہوش میں لے آؤ۔" اسکیپ گھرے نے  
 اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے حکم دیا۔

اور چند لمحوں بعد عمران کے چہرے پر پانی کی پھپھڑ پڑی اور عمران  
 تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا کر رہے ہو سلیمان۔۔۔ کیا نملوں میں پانی آ گیا ہے کمال  
 ہے۔ اب ہماری کارپوریشن اس قابل ہو گئی ہے کہ نملوں میں پانی پہنچا  
 سکے۔" عمران نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

"ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ اچھا مذاق کر لیتے ہو؟" اچانک گھرے کا  
 زوردار قہقہہ گونجا۔ اور عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

سلیمان نے دونوں ہاتھ کوہوں پر رکھے گھرے کھڑا تھا۔ اور ارد گرد



"مگر تم بڑیاں توڑ کر کیا کرو گے۔۔۔ کیا ان کا سرمہ بنائے گا  
اگر ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ میں تمہیں سالم بڈیوں کا سرمہ بنانے کا  
اکیسری نسخہ بتا دوں۔ ساری عمر کے لئے تمہاری روزی کا دھندا  
بن جائے گا۔"

عمران نے تجویز پیش کی اور گرے کی آنکھوں میں غصے کے چراغ  
جل اٹھے۔ ظاہر ہے اس کے آدمی اس سے آنکھیں ملا کر بات کرنے  
کے عادی نہیں تھے۔ اور عمران سب کے سامنے اس کا  
مذاق اڑا رہا تھا۔

شٹ اپ۔۔۔ یوٹانس۔۔۔ اگر گاڑ ڈیلا کا مسئلہ درمیان  
میں نہ ہوتا تو میں خود ہی تمہاری زبان گدی سے کھینچ لیتا۔ گرے  
نے انتہائی کڑکار لہجے میں کہا۔

"گاڑ ڈیلا کا مسئلہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ گاڑ ڈیلا کوئی بہت بڑا  
حساب دان ہے۔ یہ فیثا غورث کا مسئلہ تو ہم نے کورس کی کتابوں  
میں پڑھا ہے۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اچانک بولھا ڈاکٹر گرے  
میں داخل ہوا۔ اور گرے کے سامنے بڑے موڈ بانڈ انداز میں کھڑا ہو  
گیا۔

"دیکھو ڈاکٹر۔۔۔ اس چڑیا کے بچے نے تمہارے گاڑ ڈیلا کا مشر  
کیا تھا۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ اب گاڑ ڈیلا میرے سامنے اس کی  
بڑیاں توڑے۔" گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈاکٹر بڑے حیرت بھرے انداز میں عمران کو سر سے چھو

ب دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے گرے  
نہایت کا یقین نہ آ رہا ہو۔

"حیرت سے کیا دیکھ رہے ہو ڈاکٹر۔۔۔ یہی وہ عمران ہے جس  
نے گاڑ ڈیلا کو بے بس کر دیا تھا۔" گرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور  
عمران نے ڈاکٹر کو آنکھ مار دی اور ڈاکٹر بے اختیار جھینپ گیا۔  
"گاڑ ڈیلا کل تک اس قابل ہو سکے گا کہ با آسانی چل پھر سکے۔" ڈاکٹر  
نے گرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

تو ٹھیک ہے۔۔۔ ہم اس کی زندگی کا ایک دن اور بڑھا  
دیتے ہیں۔ اس کیپ گرے نے سخت آمیز لہجے میں جواب دیا۔  
"بہت بہت شکریہ گرے بھائی۔۔۔ ویسے میری ایک درخواست  
ہے کہ میں ابھی تک کنوارہ ہوں۔۔۔ کل تو میں نے مرنے ہی سے اور  
سب سے کنواروں کا جنازہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسا کرو کہ اگر تمہارے  
بیس کوئی لڑکی ہو تو اس کی شادی مجھ سے کر دو۔ کم از کم میں جنازہ  
آجائز کرا لوں۔"

عمران نے منت بھرے لہجے میں کہا۔  
"اس کو لے جاؤ۔۔۔ اور سات مہر میں پھینک دو۔ سات مہر  
کہا کسی ٹکرائی کی جائے۔" گرے نے اس کی بات نظر انداز کرتے  
سے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

اور پھر ستھین گنوں کے گھیرے میں عمران کو کمرے سے باہر لے  
آ گیا۔ اور مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ ایک کمرے کے دروازے  
کے سامنے رک گئے۔ ایک آدمی نے دروازہ کھولا اور پھر عمران کو اندر



یہ "ٹائیگر" نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

اور تمہارے یہاں بیٹھے رہنے سے تو انہوں نے وزیر اعظم کو دھمکا دیا ہے۔ " عمران نے تھجھکتے ہوئے جواب دیا۔ اب بھلا ٹائیگر کیا جواب دیتا

عمران بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ قومی اسمبلی کے فیصلے میں مروت و دودن باقی رہ گئے تھے اور اس کے نظریے کے مطابق وزیر اعظم کی جان شدید خطرے میں تھی۔ کیونکہ اسے ذاتی طور پر یقین تھا کہ وزیر اعظم کو قومی اسمبلی نے کل اپنے فیصلے سے خفیہ طور پر وزیر اعظم کو مطلع کرنا ہے۔ دودن بعد قومی اسمبلی کے اجلاس میں اس فیصلے کا اعلان کیا جائے گا اور کل جب قومی اسمبلی اپنے فیصلے سے وزیر اعظم کو مطلع کرے گی تو وزیر اعظم کا پرسنل سیکرٹری ضرور اس سے آگاہ ہو جائے گا۔ اور چونکہ سیکرٹری مجرموں کا آدمی ہے۔ اس لئے مجرموں کو بھی اس فیصلے کا علم ہو جائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے اس پرسنل سیکرٹری کے ذریعے وزیر اعظم کو قتل کروانے کی ہر ممکن کوشش کر لی ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی ہونا چاہیے، کل دوپہر تک ہو جانا چاہیے۔ گے کو اور اس کے پرسنل سیکرٹری کو کل دوپہر سے پہلے گرفتار ہو جانا چاہیے۔ ورنہ پھر پانی سر سے گزر جائے گا۔

یہی کچھ سوچتا ہوا عمران کمرے میں ٹہلتا رہا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ مجبوراً یہ تھی کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر نہیں تھا۔ وہ جب رات کو سونے لگا تھا تو واضح ٹرانسمیٹر وہ

دھکیل دیا گیا۔

عمران جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بُری طرح چونک گیا۔ کیونکہ سامنے اسے بیڈ پر ٹائیگر پرسنل سیکرٹری کے روپ میں نظر آیا۔ ٹائیگر جسے وہ وزیر اعظم کے دفاع کے لئے بھیج چکا تھا۔ "ٹائیگر" تم اور یہاں " عمران نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"جان عمران صاحب۔۔۔ مجھے کل رات کو اغوا کیا گیا ہے۔ اور میری بجائے میرے میک اپ میں مجرموں کا آدمی وزیر اعظم کے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں بھیج دیا گیا ہے۔ میرے پاس چونکہ ٹرانسمیٹر نہیں تھا اس لئے میں آپ کو اطلاع نہیں کر سکا۔" ٹائیگر نے ندامت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"ویریسی بیڈ۔۔۔ ٹائیگر۔۔۔ تم نے غیر ذمہ داری کی انتہا کر دی۔ اس کا مطلب ہے آئندہ تم پر اعتماد کرنا محال ہو گی۔ تم یہاں آکر اٹلینان سے بیٹھ گئے۔ تم نے اتنا نہیں سوچا کہ وزیر اعظم کے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں مجرموں کا آدمی ہونے سے وزیر اعظم کی ذات کو کتنا بڑا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ تمہیں ہر قیمت پر یہاں سے نکل کر مجھے اطلاع دینی چاہیے تھی۔" عمران نے انتہائی قہقہے لہجے میں کہا۔ غصے کے مارے اس کا ہٹا حال تھا۔

"میں نے پہلے سوچا تھا کہ یہاں سے فوری طور پر نکل جاؤں مگر پھر میں اس لئے رک گیا کہ میرے آپ کو اطلاع دینے اور آپ کے بندوبست کے دوران کہیں میری گمشدگی کی وجہ سے وہ وزیر اعظم کو نقصان نہ پہنچی



المارحی میں رکھ چکا تھا۔ کیونکہ اسے اس بات کی قلعی امید نہیں تھی کہ مجرم اسے یوں اغوا کر لیں گے۔ ورنہ اگر ٹرانسمیٹر ہوتا تو وہ بلیک ریڈ کو مطلع کر کے کوٹلی پر ریڈ کروا سکتا تھا۔

اور اب اس کے پاس اتنا وقت باقی نہیں بچا تھا کہ وہ مجرموں کے اڈے سے باہر نکلے اور پھر سیکرٹ سرورسز کے ذریعے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کرے۔ اس لئے اب ہر صورت میں اسے خود ہی مجرموں کو یہاں قابو کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔

گویہ بہت بڑا رسک تھا کیونکہ حالات ہی اتنے نازک تھے کہ اگر وہ ایک فیصد بھی ناکام ہو گیا تو پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور ملک بھی تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

مگر عمران کو اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے سخت کوششوں سے خود ہی اکیلے نپٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور فیصلہ کر کے وہ اب ان سے نپٹنے کے طریقہ کار پر غور کرنے لگا۔ اس کی مدد کے لئے صرف ٹائیگر ہی تھا اور کمرے سے باہر ان کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی۔ ان سب سے نپٹنے کے بعد گھر پر اتنا ڈانٹا ناممکن تھا۔ مگر وہ عمران ہی کیا جو ناممکن کو ممکن نہ کر دکھائے۔

پہنانچہ اس نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا

”ٹائیگر — تیار ہو جاؤ — ہمیں ابھی اور اسی وقت

ایکشن شروع کر دینا چاہیے۔ میں کل دوپہر سے پہلے گھر کو ہر قیمت پر قابو کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تیار ہوں جناب — آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے حکم کی نیل میں اپنی جان تک لڑا دوں گا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک کمرہ زوردار ہتھے سے گونج اٹھا۔ اور یہ قہقہہ سن کر عمران اور ٹائیگر دونوں اچھل پڑے۔ ان کا دل چاہا کہ دیوار سے سر ٹکرا کر خود کٹٹی کر لے۔ اس سے حماقتوں پر حماقتیں ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ ٹائیگر کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر وہ سیٹھ کا دامن لہتہ سے پھوڑ بیٹھا تھا۔ ظاہر ہے ان کی بات چیت کمرے سے باہر اور سنی جا رہی تھی۔

یہ ایک معمولی سی بات تھی جس کا خیال کرنا اس کی فطرت کا جزو بن چکا تھا۔ مگر اس کا کیا کیا جاسے کہ عمران بھی بنیادی طور پر انسان ہی تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو اس کی آنکھوں میں شدید الجھن کے تاثرات ابھرے۔ مگر جیسے لمحے وہ پر سکون ہو گیا۔ قہقہے کی گونج ختم ہونے کے بعد اس کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

”علی عمران — تم ابھی میرے مقابلے میں طفل محبت ہو تھے بے فکر ہو۔ جو کچھ تم سوچ رہے ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اگر وہی جو میں سوچوں گا۔ تمہارے وزیر اعظم کو ہر قیمت پر میری مرضی کے مطابق فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔ اس کیپ گھر سے ناکام ہوتا سیکھا یا نہیں۔“ اس کیپ گھر کا لہجہ غوت اور طنز سے بھر پور تھا۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک زوردار گڑ گڑاہٹ ہوئی اور کمرے کے اگلے دروازے پر آہنی چادر کی شیٹ گر گئی۔ اب ان دونوں کے باہر نکلنے کے تمام امکانات یکسر معدوم ہو کر رہ گئے۔



یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بہت بڑی میز پر  
ایک دیوہیکل ٹرانسیر رکھا ہوا تھا اور میز کے پیچھے ایک صوفہ بنا کر سی پیر  
اسکپ کرے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ دس آدمی ہاتھوں میں  
سین گنیں اٹھائے چوکے کھڑے تھے۔ سین گنیں انہوں نے کاندھے پر لٹکائی  
تھیں۔ میز کے قریب ہی ایک اور کرسی پر دیوہیکل گاڑ ڈیلا بھی بیٹھا ہوا  
تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری کرسی پر ڈاکٹر بھی بیٹھا تھا۔  
”پھر کیا خیال ہے گاڑ ڈیلا۔“ عمران کو بلواؤں۔ ”گھر پر خیال  
دکھا کہ اگر اس بار عمران نے تمہیں شکست دے دی تو میں تمہیں اپنے ہاتھ  
سے گولی مار دوں گا۔“ گھرے نے سنبیدہ لیے میں گاڑ ڈیلا سے مخاطب ہو کر  
کہا۔

”باس۔“ میرا خون کھول رہا ہے۔ انتقام کی آگ سے میری ہڈیاں  
سگ رہی ہیں۔ آپ ایک بار اسے میرے سامنے کھڑا کر دیں۔ اس کے

”مگرے۔“ تمہاری بھول ہے کہ اس ملک سے کامیاب ہو کر  
لوٹو گے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس وقت تمہارے آدمی مجھے یہاں  
لے آئے ہیں۔ میں اس وقت ہوش میں تھا اور چونکہ میں خود تم  
سے ملنے کے لئے بے قرار تھا۔ اس لئے چلا آیا اور اب بھی تمہارا یہ  
کمرہ مجھے روک نہیں سکتا۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا  
”یا۔ یا۔ یا۔“ علی عمران اپنی کھیا ہٹ کو چھپاؤ نہیں بہر حال  
میں اس وقت تک تمہیں زندہ رکھوں گا جب تک میں کامیاب نہ ہو جاؤں  
تاکہ تم اپنی کھلی آنکھوں سے میری کامیابی دیکھ سکو۔ بائی۔ بائی۔“ گھرے  
کی آواز سنائی دی۔

اور اس کے ساتھ ہی ہلکی سی کھٹک کی آواز سنائی دی اور عمران بچ کر  
گیا کہ اس نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔  
عمران نے گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر اسے تسلیم کرتے  
پڑ گیا کہ وہ بے بس پٹھان کی طسرجہ پتھرے میں قید ہو چکا ہے۔ اس کے  
دماغ میں ایک بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ مگر کمرے سے باہر نکلنے کی کوئی  
ترکیب پھر بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔  
زندگی میں پہلی بار عمران کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ شکست  
کھا چکا ہو۔ ایک ایسی شکست جس کے بعد اس کا زندہ رہنا انشور تھا۔



بعد دیکھئے میں اس کا حشر کیا کرتا ہوں۔ یقین کریں کہ آپ کو بھی اس کی حالت دیکھ کر رحم آنے لگے گا۔" گارڈیلا نے انتہائی جوشیلا انداز میں جواب دیا۔  
 "کیوں ڈاکٹر؟ کیا خیال ہے؟" گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 "گارڈیلا ہر صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس بار وہ نوجوان اپنی ہڈیاں سلامت نہیں لے جائے گا۔ ڈاکٹر نے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ پھر میں اسے بلاتا ہوں۔ میں تو صرف اس لئے رکا ہوا تھا کہ مجھے موٹے کی کال کا انتظار تھا۔ میں چاہتا تھا کامیابی کی خبر سننے کے بعد میں اطمینان سے عمران کا حشر دیکھوں۔" گرے نے جواب دیا۔  
 "آپ بے فکر رہیں باس۔۔۔ آپ کو دنیا کی کوئی طاقت ناکامی کا لفظ نہیں سنا سکتی۔ آپ نے جس کام میں ہاتھ ڈالا ہے۔ آپ کامیاب رہے ہیں اور پھر یہ ملک تو دیے ہی ہیں ماندہ ہے۔ یہ لوگ آپ کے حکم کی علامت و رزی کیسے کر سکتے ہیں۔" گارڈیلا نے خوشامد لہجے میں جواب دیا۔  
 شاید اسے عمران سے انتقام لینے کی جلدی تھی۔

"ہاں۔۔۔ یہ تو ٹھیک ہے۔۔۔ پلو دونوں کامیابیاں اکٹھی ہی ہو جائیں تو اچھا ہے۔" گرے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے سامنے کھڑے ہوتے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 "شو میر۔۔۔ سات ممبر کے دونوں قیدیوں کو یہاں لے آؤ۔ اور وہیں رکھنا وہ کسی قسم کی غلط حرکت نہ کریں۔"

"بہتر باس۔۔۔ ویلے اگر آپ حکم کریں تو ان دونوں کو یہاں بوسٹ کر کے یہاں لے آیا جائے۔" شو میر نے جواب دیا۔

"ہاں۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غلط حرکت سے لوگوں کے ہاتھوں ختم ہو جائے اور گارڈیلا کی حسرت دل کی دل میں رہ جائے۔" نے شو میر کو اجازت دیتے ہوئے کہا۔

گارڈیلا کرسی پر بیٹھا بار بار اپنی مٹھیاں کس رہا تھا۔ اس کی نظریں ہال کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔

قریباً دس منٹ بعد ہال کا دروازہ کھلا اور پھر شو میر اور اس کے ساتھ مسلح ساتھی عمران اور ٹائیگر کو کندھوں پر لادے ہال میں داخل ہوئے۔ انہوں نے عمران اور ٹائیگر کو کمرے کے فرش پر لٹا دیا۔ اور خود موڈ ہال کے دروازے پر بیٹھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ عمران کو دیکھتے ہی گارڈیلا ایک جھٹکا لگا کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھم۔۔۔ اسے ہوش میں آنے دو۔" گرے نے گارڈیلا سے خطاب ہو کر کہا۔

پھر اس کے اشارے پر شو میر نے آگے بڑھ کر عمران کو تھپڑ مار کر ہوش لایا۔ مگر دوسرے لمحے عمران تڑپ کر اٹھا اور پھر ہلکے جھپکنے میں اس نے شو میر کو اٹھا کر گرے پر دے مارا۔

سین گنوں سے مسلح افراد نے چونک کر اپنی شین گنیں سیدھی کر لیں۔ گرے نے ہاتھ کا اشارہ کر کے انہیں رک دیا۔ گرے پر پھینکے ہوئے شو میر کو گارڈیلا نے درمیان میں ہی جھپٹ لیا۔ اور ایک جھٹکے سے اسے اندر پھینک کر قدم بڑھاتا ہوا عمران کے سامنے آکھڑا ہوا۔ عمران بھی شو میر کو پھینک کر وہیں رک گیا تھا۔

اس وقت اس کے چہرے پر دردندگی اور بربریت نمایاں تھی۔



ادھر گاڑ ڈیلا کا بھی یہی حال تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ گاڑ ڈیلا عمران کی طرف بڑھتا۔ عمران نے گڑے سے مخاطب ہو کر کہا۔  
"گڑے۔۔۔ مجھے امید ہے تم نے اپنی ناکامی کی خبر سن لی ہوگی۔"

اس لئے تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم شکست تسلیم کر کے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔ یقین رکھو میں تمہیں تہار ہی مرضی کی موت ماروں گا۔" عمران کے لہجے میں درندگی کا تاثر نمایاں تھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی چیتا غرار بنا ہو۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔۔۔ ناکامی اور گڑے دو متضاد چیزیں ہیں۔ مسٹر عمران۔۔۔ میں اپنے آدمیوں کی کال کا انتظار کر رہا ہوں جس نے مجھے کامیابی کی خبر سنانی ہے۔" گڑے نے استہزائیہ انداز میں قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

اور گڑے کی بات کا عمران پر بڑا عجیب و غریب رد عمل ہوا اس کے چہرے پر اطمینان و سکون کے آثار چھاتے چلے گئے۔ اور ایک بار پھر عمران کے چہرے پر حماقت کا نقاب چڑھ گیا۔ اسے دراصل اطمینان ہو گیا تھا کہ حالات ابھی قابلو سے باہر نہیں ہوئے گڑے سے جھگڑنے کا مسئلہ تھا جس نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اب وہ مطمئن تھا کہ وہ پانسہ پلٹے میں کامیاب ہو جائے گا۔

"ارے۔۔۔ اس مردہ ہاتھی کو تم نے پھر زندہ کر لیا۔ بہت خوب بڑا ڈھیٹ ہے یہ" عمران نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں گاڑ ڈیلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ادھر ٹائیسگر بھی ہوش میں آچکا تھا۔ اس نے یہ نظارہ دیکھا تو

نا موشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ویسے گاڑ ڈیلا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں غیب کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اتنا قوی بیگل آدمی اس نے زندگی بھر پہلی بار دیکھا تھا۔ عمران تو اس کے سامنے حقیر سا بونا دکھائی دے رہا تھا۔

گاڑ ڈیلا عمران کی بات سن کر تیزی سے آگے بڑھا۔ مگر اسی لمحے عمران تیزی سے چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ گاڑ ڈیلا سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔

ٹائیسگر کو پہلی بار عمران کی حالت پر ترس آنے لگا۔ جیلا عمران اس پر زور کا کیسے مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا اور وہ بھی بگڑ چکا بھی تھا۔ کیونکہ یہ تو ڈاکٹر کا کمال تھا کہ اس نے گاڑ ڈیلا کو ایک بار پھر عمران کے مقابلے پر لا کھڑا کیا تھا ورنہ گاڑ ڈیلا ایک لحاظ سے مرچکا تھا۔

گاڑ ڈیلا نے جب عمران کو یوں پیچھے ہٹتے دیکھا تو اس نے ایک بار وار قہقہہ لگایا۔ اور پھر مت ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ قابو ہے عمران کہاں تک ہٹ سکتا تھا۔

ادھر عمران اپنی بگڑا کھڑا گاڑ ڈیلا کو دیکھ رہا تھا۔ عمران اور گاڑ ڈیلا کی تقریب طیس اور پھر زیادہ سے زیادہ دو قدم بڑھنے کے بعد یکدم گاڑ ڈیلا خشک کر رک گیا۔ عمران اور وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں دے کر ایک دوسرے کو غور رہے تھے۔

"آگے بڑھو گاڑ ڈیلا۔۔۔ رک کیوں گئے۔" گڑے نے کہہ دیا۔  
"آگے کر گاڑ ڈیلا کی طرف بڑھتے ہوئے تعجب آمیز لہجے میں کہا۔"



"گاز ڈیلا" — میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گرے کو اٹھا کر دیوار سے دے مارو۔ "عمران نے اپنا ٹنگ تھکنا لے لیجے میں کہا۔ اور پھر گاز ڈیلا کسی مشین کی طرح مڑا اور دوسرے لمحے قریب موجود گرے اس کے ہاتھوں پر اٹھتا چلا گیا۔

اس سے پہلے کہ گرے اس کا یا پلٹ کے رد عمل پر سنبھلتا۔ گاز ڈیلا نے پوری طاقت سے گرے کو دیوار کی طرف اچھال دیا۔ اور گرے کسی فٹ بال کی طرح ایک دھماکے سے دیوار سے ٹکرا کر نیچے آگرا۔

بال میں موجود دیگر افراد یہ صورت حال دیکھ کر بت بنے کھڑے رہے اور اسی لمحے عمران نے پلٹ کر ٹائیگر کو مخصوص اشارہ کر دیا اور پھر عمران اور ٹائیگر دونوں نے بیک وقت اپنے قریب کھڑے مسلح آدمیوں کی شین گنوں پر ہاتھ ڈال دیے اور پلک جھپکنے میں شین گنیں ان کے ہاتھوں میں آچکی تھیں۔

اس سے پہلے کہ باقی مسلح آدمی کچھ سمجھتے یا کچھ کرتے۔ ٹائیگر اور عمران دونوں کی شین گنوں نے رگاتار غلغلے اٹھنے شروع کر دیے۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی میدان ساٹ ہو گیا۔ بال میں موجود پندرہ مسلح آدمی ایک ہی بار میں زمین بوس ہو گئے۔

"گاز ڈیلا" — یہ کیا کر رہے ہو؟ گرے نے اٹھ کر انتہائی غصے سے لیجے میں کہا۔ مگر گاز ڈیلا خالی خالی نظروں سے کھڑا گرے کو دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی آنکھیں بھی شدید تعجب سے پھٹ گئی تھیں۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا تصور تو وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اسکیپ کرے — یہ گاز ڈیلا تمہارا ہی پالا ہوا ہے۔ اور

میں اس کے ہاتھوں تمہیں انجام تک پہنچاؤں گا۔ شکست خوردہ آدمی سے دوبارہ لڑنا نا اعلیٰ عمران کی توہین ہے۔ "عمران نے شین گن ہاتھ میں تولتے ہوئے بڑے با اعتماد لیجے میں کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔" — غلط ہے — گاز ڈیلا ہوش میں آؤ اور اس کے ٹھکانے اڑا دو۔" گرے نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے کٹ نکلتے لگ گیا تھا۔

"گاز ڈیلا" — میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گرے کی کوئی بڑی حرکت نہیں رہنی چاہیے۔ آگے بڑھو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔ عمران نے انتہائی تھکنا لے لیجے میں گاز ڈیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور گاز ڈیلا اس کا حکم ملتے ہی مشین کی طرح گرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ گاز ڈیلا" — رگ جاؤ — ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" گرے نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے ریوالت جیب سے نکال لیا۔ مگر اسی لمحے عمران کی شین گن نے جھپٹ لگایا اور گرے کے ہاتھ سے ریوالت نکل کر دور جا گرا۔

"یہ فاول ہے گرے" — بہت کرو اور گاز ڈیلا سے مقابلہ کرو۔ عمران نے بڑے گریہ سے بھی تو گاز ڈیلا سے خالی ہاتھ مقابلہ جیتا تھا۔ عمران نے بڑے گریہ سے کہا۔

اور پھر گرے غصے کی شدت سے اندھا ہو کر اٹھلا اور اس نے گاز ڈیلا کے سینے پر ٹلانگ لگ مارنی چاہی۔ گاز ڈیلا نے جھپٹ کر اسے ہاتھ پالٹا۔ اور پھر گرے کی ایک ٹانگ اس کے ہاتھ میں آگئی۔ دوسرے لمحے اس نے گرے کے جسم کو ہوا میں گردش دینی شروع کر دی اور پھر



اسی لمحے ایک کڑک کی آواز بال میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی کرنیاں  
 عمران نے مڑ کر دیکھا تو گانڈیلا نے گڑے کو نیچے دبا رکھا تھا  
 اس کے سینے پر اپنا ستون ٹکا گھٹا رکھے اس کے بازو کی بڑی توڑ رہا  
 ڈاکٹر بال کے ایک کونے میں کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور ٹانگوں کی  
 کھنکھن اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

عمران دھیرے سے مسکرایا اور اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک مخصوص  
 فونیسی سیٹ کی۔ اور پھر مین دبا دیا۔ چند ہی لمحوں میں رابطہ قائم ہو گیا۔  
 "ہیلو" — بلیک زیرو — میں عمران بول رہا ہوں — اور  
 عمران نے المیناں بھرے لیجے میں جواب دیا۔

"عمران صاحب — آپ کہاں ہیں — یہاں وزیراعظم  
 اور سلطان نے میرا ملحقہ بند کر رکھا ہے — وہ گڑے سے متعلق  
 اور اس کی طور پر جاننا چاہتے ہیں — اور بلیک زیرو نے پریشانی  
 سے پوچھا۔

"بلیک زیرو — وزیراعظم اور سلطان کو ایکسٹرو کی طرف سے پیغام  
 کے دو کردہ مطلق ہو کر کام کریں — گڑے ختم ہو چکے اب  
 ہمیں کوئی بلیک میل نہیں کر سکے گا — اور عمران نے جواب دیا۔  
 "اچھا — مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے — آپ کہاں غائب ہو  
 گئے تھے — اور بلیک زیرو نے کہا۔

"تفصیلات کا موقع نہیں ہے — تم وزیراعظم اور سلطان کو  
 پیغام دینے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت نشین کالونی کی نیلے رنگ کی کوٹھی  
 پہنچ کر وہاں میں وہیں موجود ہوں — اور اینڈ آل" عمران نے کہا

انہوں نے ایک بھٹکے سے گڑے کو ایک دیوار سے کھینچ مارا اور گڑے کے  
 منہ سے زوردار چیخ نکل گئی۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی آواز بلند ہونے لگی۔ عمران تیزی  
 سے ٹرانسمیٹر میں سے بڑھا۔ اسی لمحے گڑے نے بھی ٹرانسمیٹر کی طرف  
 بڑھنا چاہا مگر گانڈیلا نے راستے میں ہی اسے روک لیا اور وہ ایک بار  
 پھر وحشیوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ ان کی لڑائی سے چون  
 محسوس ہو رہا تھا جیسے دو وحشی سانڈ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے  
 ہوں۔ اور عمران نے بڑے المیناں سے ٹرانسمیٹر کا بن آن کیا اور  
 ریسیور کان سے لگایا۔

"ہیلو باس — موٹے سپیکنگ — ہیلو — اور  
 دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

اسکپ گڑے سپیکنگ — اور عمران نے بڑے المیناں  
 بھرے لیجے میں جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کا لہجہ اور انداز اسکپ گڑے  
 سے ہو رہا تھا۔

"باس — ابھی ابھی قومی اسمبلی نے وزیراعظم کو اپنے فیصلہ  
 سے مطلع کر دیا ہے۔ انہوں نے اکثریت کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔  
 اب آپ حکم کریں — اور "موٹے نے تیز تیز لہجے میں کہا۔  
 "موٹے — بے فکر ہو کر وہیں رہو — میں نے وزیراعظم

سے بات کر لی ہے۔ ان کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا۔ کسی قسم کی کارروائی  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اینڈ آل — عمران نے جواب دیا۔  
 اور پھر ٹرانسمیٹر کا بن آن کر دیا۔



اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اعلیٰ نمان سے گاڑ ڈیلا اور گرے کی طرف مڑ گیا۔

اس نے دیکھا کہ گاڑ ڈیلا نے گرے کے دونوں ہاتھوں اور مانگوں کی پٹیاں توڑ دی تھیں اور اب گرے کے سینے پر اپنے بھاری بھر کم سکے برسا رہا تھا۔ گرے بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

عمران بڑے اعلیٰ نمان سے میز کے کنارے سے لگ کر یہ تماشا دیکھنے لگا۔ اور پھر عمران نے دیکھا کہ گرے کی مدھم ہوتی ہوتی آنکھوں میں یکدم ایک چمک سی ابھری اور دوسرے لمحے اس نے سر اٹھا کر پوری قوت سے گاڑ ڈیلا کے ایک ہاتھ پر جس سے اس نے اس کی گردن پکڑ رکھی تھی اپنے دانت جما دیئے۔ گاڑ ڈیلا نے ایک جھٹکا دے کر اس کے دانتوں سے اپنا ہاتھ چھڑا دیا۔ مگر گرے کی آنکھوں میں عجیب سا اعلیٰ نمان ابھرا آیا تھا۔

دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہوا۔ جب اس نے ویلو سیکل گاڑ ڈیلا کو اچانک زبرد پڑتے دیکھا اور پھر چند سی سیکنڈ میں گاڑ ڈیلا پھلو کے بل نیچے لڑھک گیا۔ اس کا پورا جسم تیزی سے زبرد پڑتا ہوا تھا۔ اور زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے بعد گاڑ ڈیلا کے منہ سے زبرد رنگ کا مادہ بہہ نکلا۔ اور پھر اس نے تڑپ کر اپنا سر ایک طرف ڈال دیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

”زہر“ — عمران گرے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ وہ سمجھ گیا کہ گرے زہر کھانے کا عادی ہے اور گرے اس حد تک زہر لیا ہو چکا ہے کہ اب زہر بڑے سے زہر لیا سانپ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس نے اپنی شین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے گرے پر گولیوں کی

بارش ہو گئی۔ چند لمحوں بعد گرے کا جسم گولیوں سے چیلنی ہو گیا تھا۔ اس کے خون کی بجائے زرد رنگ کا مادہ باہر نکل رہا تھا۔ اور ٹائیگر آگے بڑھ کر حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

عمران کی شین گن نے رُخ بدلا اور پھر ڈاکٹر کے حلق سے بھی چیخ نکلی۔ وہ بھی گولیوں کی بارش میں الٹ کر نیچے گرا۔ اور اس غریب کو ترپنے کی سہت بھی نہ ملی۔

”عمران صاحب — کیا گاڑ ڈیلا پر آپ نے سپنا ٹرم کیا تھا؟“ ٹائیگر جو نہانے کب سے یہ سوال پوچھنے کے لئے بے قرار تھا۔ اس لئے اس نے فوراً ہی سوال جڑ دیا۔

”ہاں ٹائیگر — اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں لڑائی بھڑائی میں اپنا وقت ضائع کرتا۔ گاڑ ڈیلا کا یہ نکلنا کام پہلے ہی میرے ہاتھوں کافی متاثر ہو چکا تھا۔ اس لئے اس بار بڑی آسانی سے ٹرائس میں آ گیا۔“

”اور یہ گرے — اور زرد مادہ؟“ ٹائیگر نے مزید پوچھا۔

”گرے زہر کھانے کا عادی تھا۔ اس حد تک کہ وہ خود مجسم زہر بن چکا تھا۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ گرے کی کرسی پر اعلیٰ نمان سے بیٹھ کر ایک زبرد اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اعلیٰ نمان تھا کہ انکار اس نے ملک کو ایک بھیانک ترین خطرے سے بچا لیا۔

ختم شد